موسم سرما کے دوران پیش آنے والے عمومی مسائل اور
ان کا شرعی حل پر منفرد تحریر بنام

ٹھنڈے سوالات، گرما گرم جوابات

مؤلف:

(غفرلہ الباری الذنب الخفی الجلی)

BIRMINGHAM (UK)
CONTACT US: +447429436326

موسم سرما کے دوران پیش آنے والے عمومی مسائل اور ان کا شرعی حل پر منفرد تحریر بنام

ٹھنڈے سوالات
گرماگرم جوابات

خالد تسنیم مدنی

(غفرله الباري الذنبَ الخفي و الجلي)

+447429436326

تعارف

کتاب کا نام: **ٹھنڈے سوالات،گرماگرم جوابات**

عنوان / موضوع: فقہ حنفی

جمع و ترتیب: خالد تسنیم مدنی (غفراللہُ الباري ذنبهَ الخفي والجلي)

صفحات 111

For feedback and suggestions please contact

+447429436326

موسم سرما اور عوامی سوالات

پیش لفظ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ درود و سلام ہو سیّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن، خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن، شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن، اَنِیْسُ الْغَرِیْبِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر جنہوں نے انسانیت کو ہدایت کے نور سے منور کیا اور اسلامی تعلیمات کے ذریعے زندگی کے ہر پہلو کو آسان اور شفاف بنایا۔

اسلام دین فطرت ہے، اور اس کی تعلیمات ہر زمانے، ہر خطے، اور ہر موسم کے لیے مکمل رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ سال کے مختلف اوقات اور موسمی تبدیلیاں انسان کے روزمرہ معاملات پر اثر انداز ہوتی ہیں، اور اسی وجہ سے اسلامی شریعت نے ان کے بارے میں جامع اور واضح احکام بیان کیے ہیں۔ موسم سرما، جو سردی اور بعض اوقات شدید مشکلات کا موسم ہوتا ہے، بھی انسان کے لیے مختلف شرعی مسائل پیدا کرتا ہے۔

موسم سرما کے دوران مسلمان مختلف چیلنجز (challenges) کا سامنا کرتے ہیں، جیسے پانی کے استعمال میں دشواری، وضو اور غسل میں سردی کی شدت، نماز کے اوقات میں کمی، اور بعض عبادات کو انجام دینے میں مشکلات۔ ان حالات میں اسلام نے نہ صرف آسانی اور سہولت فراہم کی ہے بلکہ واضح احکام اور رہنمائی بھی دی ہے تاکہ مسلمان دین پر عمل کرتے ہوئے ان مشکلات سے نکل سکیں۔

اللہ کے فضل سے ہم نے اس کتاب میں موسم سرما کے دوران پیش آنے والے روزہ مرہ کے اہم اسلامی مسائل کو تفصیل سے یکجا کی ہے تاکہ بالخصوص ریڈرز (readers) اور بالعموم جملہ اہل اسلام کے لئے سردی کے موسم میں درپیش شرعی مسائل کا

حل ایک جگہ ہی تلاش کرنا آسان ہو جائے۔ اس کتاب میں سارے جوابات ہمارے دیے ہوئے نہیں ہیں بلکہ مختلف مفتیان کرام کے دیے ہوئے جوابات بھی ہم نے یہی پر نقل کر دیے ہیں تاکہ موسم سرما کے متعلق شرعی مسائل ایک جگہ اکٹھا ہو جائیں، نیزیہ کہ ہماری کتاب "سردی کا موسم اور ہم" کا ایک الگ باب بھی بن جائے، اس کتاب میں سوالات کی ترتیب بھی فقہی ترتیب یعنی کتاب الطہارت، کتاب الصلاۃ۔۔۔۔۔الی آخرہ پر رکھی گئی ہے تاکہ ممکنہ صورت میں مسئلہ تلاش کرنا آسان ہو جائے، الغرض یہ کتاب ان تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہے جن سے موسم سرما میں ایک مسلمان کا واسطہ پڑ سکتا ہے۔ ہر مسئلے کو قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے اور علماء کرام کے مستند فتاویٰ کو بنیاد بنا کر آسان اور قابل عمل حل پیش کیے گئے ہیں۔

میری دعا ہے کہ یہ کتاب قارئین کے لیے نہ صرف علم کا ذریعہ بنے بلکہ عملی زندگی میں بھی سہولت فراہم کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام کو سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ ایزدی میں قبول فرمائے۔ (آمین)

خالد تسنیم مدنی
المتخصص في الفقه الاسلامی
اسلامک ریسرچ اسکالر
Birmingham (UK)
+447429436326

انتساب

میں یہ کتاب میں اپنے ان عظیم ہستیوں کے نام کرتا ہوں

جو میرے وجود کی بنیاد ہیں، جن کی دعاؤں، تربیت اور قربانیوں نے میری زندگی کو کامیابی اور علم کے راستے پر گامزن کیا۔ آپ کی محبت، صبر، اور حوصلہ افزائی نے مجھے ہمیشہ آگے بڑھنے کا حوصلہ دیا۔ میری مراد میرے

والدین

اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے بھائیوں کے نام جنہوں نے تحصیل علم میں میرا بھرپور ساتھ دیا اور پھر اپنی رفیقہ حیات کے نام جو میرے علمی کاموں میں بھرپور تعاون کرتے ہیں اور اکثر کتاب کی تیاری میں اپنی علمی اور عملی مدد فراہم کرتے ہیں، اور ہر مرحلے پر میرا ساتھ دیتے ہیں بلکہ ان سب علمی کاوشوں کو ان تمام کی دعاؤں کا عکس کہا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو دنیا اور آخرت کی کامیابیوں سے نوازے اور ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔یہ کتاب ان تمام افراد کے لیے ایک محبت بھرا تحفہ ہے جنہوں نے کسی بھی طرح میری رہنمائی کی یا میری علمی کاوشوں میں معاونت فراہم کی۔

خالد تسنیم مدنی

جہنم میں سردی کا عذاب

سُوال : آج کل سردی کا موسم ہے تو کیا جہنم مں سردی کا بھی عذاب ہو گا ؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جہنم مں ”زَمْھَرِیْر“ نامی ایک طبقہ ہے جس میں ٹھنڈک کا عذاب ہے ۔ اس مں اتنی شدید ٹھنڈک ہو گی کہ جب کافر کو اس مں ڈالا جائے گا تو ٹھنڈک سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائںس گے ۔

(عمل الیوم و الیلۃ، باب مایقول اذا کان یوم شدید الحر او شدید البرد، ص۱۳۶، حدیث : ۳۰۷ الشرکۃ الجزائریۃ اللبنانیۃ)

اب خُدا جانے کہ وہاں کتنی سخت ٹھنڈک ہو گی یہاں تو ہم برف باراں سنتے رہتے ہںں اور سردی مں بندے گھوم پھر رہے ہوتے ہںت تو یہ ٹھنڈک کم ہے اَصل ٹھنڈک ”زَمْھَرِیْر“ کی ہو گی جو واقعی اِیذا دینے والی ٹھنڈک ہو گی اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے ۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

كتاب الطهارة

سردی کی وجہ سے ناک کی رطوبت (RUNNY NOSE) کا شرعی حکم

سوال: سردی کی وجہ سے ناک سے نکلنے والی رطوبت پاک ہوتی ہے یا نہیں؟ اور یہ کپڑوں یا جسم پر لگ جائے تو کیا حکم ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سردی کی وجہ سے ناک سے نکلنے والی رطوبت اور پانی ناپاک نہیں ہوتا، بلکہ پاک ہوتا ہے، اور اگر یہ کپڑے یا جسم پر لگ جائیں، تو وہ بھی ناپاک نہیں ہوتے۔چنانچہ البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المتوفی 970 ہجری المعروف ابن نجیم مصری علیہ رحمۃ القوي فرماتے ہیں:

"ولو نزل من الرأس فطاهر اتفاقا وفي التجنيس أنه طاهر كيفما كان وعليه الفتوى"

ترجمہ: "اگر یہ (ناک سے نکلنے والی رطوبت یا پانی) سر سے نیچے آئے تو یہ بالاتفاق پاک ہے، اور 'تجنیس' میں کہا گیا ہے کہ یہ ہر حال میں پاک ہے اور اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے۔"

(کتاب الطہارۃ، نواقض الوضوء، ج: 1، ص: 37، ط: دار الکتاب الإسلامي)

اور فتح القدیر میں امام ابن ہمام علیہ رحمۃ السلام فرماتے ہیں:

"ولو نزل من الرأس فطاهر اتفاقا"

ترجمہ: "اگر یہ (ناک سے نکلنے والی رطوبت یا پانی) سر سے نیچے آئے تو یہ بالاتفاق پاک ہے

(كتاب الطهارات، فصل في نواقض الوضوء، ج: 1، ص: 47، ط: دار الفكر)

مبسوطِ سرخسی میں ہے:

"(وإن بزق في الماء، أو امتخط لم يفسده؛ لأنه طاهر لاقى طاهرا)، والدليل على طهارة البزاق «أن النبي صلى الله عليه وسلم استعان في محو بعض الكتابة به»، والدليل على المخاط «أن النبي صلى الله عليه وسلم امتخط في صلاته فأخذه بثوبه، ودلكه»، ثم المخاط، والنخامة سواء، ولما رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم عمار بن ياسر رضي الله عنه يغسل ثوبه من النخامة قال «ما نخامتك، ودموع عينيك، والماء الذي في ركوتك إلا سواء"

ترجمہ: "(اور اگر کسی نے پانی میں تھوک دیا یا ناک صاف کی تو اس سے پانی خراب نہیں ہوگا؛ کیونکہ یہ پاک چیز نے پاک چیز کو لگایا)، اور تھوک کے پاک ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نبی صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے کچھ تحریر کو مٹانے کے لیے تھوک سے مدد لی۔ اور ناک کے مواد (مخاط) کے پاک ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نبی صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے نماز میں ناک صاف کی اور اسے اپنے کپڑے سے صاف کیا اور رگڑ دیا۔ پھر مخاط اور بلغم دونوں برابر ہیں، اور جب رسول اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ بلغم سے اپنا کپڑا دھو رہے ہیں تو فرمایا: 'تمہارا بلغم، تمہاری آنکھوں کے آنسو، اور تمہارے برتن کا پانی سب برابر ہیں'۔"

(كتاب الصلاة، باب الوضوء والغسل، ج: 1، ص: 52، ط: دار المعرفة- بيروت)

گرم پانی میں ہاتھ ڈال کر ٹمپریچر (TEMPERATURE) چیک کرنا

سوال: سردی کے موسم میں غسل کے لیے اکثر لوگ پانی گرم کرتے ہوئے تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ پانی میں ڈال کر پانی کا ٹمپریچر (temperature) چیک کرتے ہیں کہ کتنا گرم ہو گیا ہے اس طرح اگر انگلی یا ہاتھ کا تھوڑا سا حصہ ڈال کر چیک (Check) کیا کہ پانی گرم ہے یا نہیں تو کیا وہ پانی وضو یا غسل کے قابل رہتا ہے یا نہیں؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر ہاتھ ڈالنے والا بے وضو تھا اور اس نے اپنا ناخن برابر بھی بے دھلا ہوا ہاتھ یا جسم کا کوئی حصہ قلیل پانی (جیسے بالٹی یا لوٹے میں موجود پانی) میں ڈال دیا تو وہ پانی مستعمل ہو جائے گا اور وضو یا غسل کے قابل نہیں رہے گا لہٰذا اگر غسل فرض تھا اور وہ اسی پانی کے ساتھ غسل کرتا ہے تو اس کا بدن پاک نہیں ہو گا۔ لیکن اگر ہاتھ یا جسم کا حصہ پہلے سے دھلا ہوا ہو اور پھر پانی میں ڈالا جائے تو پانی مستعمل نہیں ہوگا اور وضو یا غسل کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ صَدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃُ اللہِ القوی بہار شریعت میں لکھتے ہیں: "جس شخص پر نہانا فرض ہے اس کے جِسْم کا کوئی بے دُھلا ہوا حصہ پانی سے چھو جائے تو وہ پانی وُضو اور غُسل کے کام کا نہ رہا۔ اگر دُھلا ہوا ہاتھ یا بدن کا کوئی حصہ پڑ جائے تو حَرَج نہیں۔"

(بہارِ شریعت، ج 01، ص 333، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوٰی امجدیہ میں ہے: "بے وضو کے اعضائے وضو میں سے کوئی عضو اگرچہ انگلی یا پورا یا ناخن اور جنب اور وہ حائض یا نفساء جو حیض و نفاس سے پاک ہو چکی ہے، مگر ابھی غسل نہیں کیا ہے، ان کا کوئی عضو بے دھلا ہوا اگر ماء قلیل یعنی دہ در دہ سے کم

غیر جاری میں پڑجائے، تو وہ سارا پانی مستعمل ہوگیا، جبکہ بغیر ضرورتِ شرعیہ پڑا ہو، اور وہ پانی وضو یا غسل کے قابل نہ رہا۔ پانی کے مستعمل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک وضو یا غسل میں نیت شرط نہیں، لہذا جس حصہ بدن کے ساتھ حدث کا تعلق ہے، وہ جب پانی سے ملاقی ہوگا، تو اتنے سے حدث مرتفع ہوجائے گا، اور جب اس پانی نے رفع حدث کیا تو مستعمل ہوگیا کہ مستعمل ہونے کے لئے نیت رفع حدث شرط نہیں۔" (فتاوٰی امجدیہ، ج01، ص14، مکتبہ رضویہ، کراچی، ملتقطاً)

گرمی (SUMMER)اور سردی (WINTER)کا استنجاء

سوال: گرمی اور سردی کے استنجے میں کیا فرق ہے؟ یا دونوں ایک ہی طریقہ سے ہوتے ہیں؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پانی سے استنجاء کرنے کا طریقہ تو سیم (Same) ہی ہے البتہ ٹشو پیپر (Tissue Paper) یا ڈھیلہ (stone) سے استنجا کرنے میں مرد کے لئے فرق ہے، گرمی میں عام طور پر خصیتین (Testicles) لٹکے اور ڈھیلے رہتے ہیں اس لیے ٹشو پیپر (Tissue Paper) یا ڈھیلے (stone) سے بڑے استنجے کا مقام صاف کرنے میں آگے سے پیچھے کی طرف کو لے جائے تاکہ خصیتین نجاست میں ملوث نہ ہوں اور سردی میں اس کے خلاف کریں یعنی بڑے استنجے کا مقام صاف کرنے میں پیچھے سے آگے کی طرف کو لے جائے۔

ویزلین/ویسلین یا لوشن لگا کر وضو کرنا

سوال: ونٹر (winter) میں سکن (skin) پھٹنے سے بچانے کے لیے ہاتھوں اور منہ وغیرہ پر جو ویسلین (Vaseline) یا لوشن (lotion) لگایا جاتا ہے، کیا اس کی چکناہٹ کے سبب وضو ہو جاتا یا پھر اسے دور کر کے وضو کرنا چاہیے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سردی کے موسم میں جلد کو پھٹنے یا سردی کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے جو ویسلین (Vaseline)، کریم (cream) یا لوشن (lotion) وغیرہ استعمال کیا جاتا ہے، اس کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ عموماً یہ اشیاء ایسی جِرم دار نہیں ہوتیں جو پانی کے جلد تک پہنچنے میں رکاوٹ بنیں۔ اس لیے یہ وضو کے لیے مانع نہیں ہیں، اور ان کے لگے رہنے کی صورت میں وضو درست ہو جائے گا، اگرچہ ویسلین (Vaseline)، کریم (cream) یا لوشن (lotion) وغیرہ لگانے کے بعد جلد پر چکناہٹ محسوس ہوتی ہے، لیکن یہ صرف ایک تہہ کی شکل میں ہوتی ہے جو عموماً اتنی باریک ہوتی ہے کہ پانی اس کے نیچے جلد تک پہنچ سکتا ہے۔ شریعت میں وضو کے لیے جسم کے ان اعضا پر پانی کا بہنا ضروری ہے جن کا دھونا فرض ہے، اور یہ کریم یا ویسلین پانی کے بہنے میں رکاوٹ نہیں بنتی۔

البتہ اگر کوئی خاص قسم کی ایسی چیز لگائی گئی ہو جس کی جِرم اس حد تک ہو کہ وہ پانی کو جلد تک نہ پہنچنے دے، تو اس صورت میں اسے وضو سے پہلے زائل کرنا ضروری ہوگا۔ لیکن عام طور پر مارکیٹ (market) میں دستیاب ویسلین یا موئسچرائزرز (moisturisers) اس نوعیت کے نہیں ہوتے۔

لہٰذا سردیوں میں جلد کو نرم رکھنے کے لیے ویسلین یا کریم وغیرہ لگانے کے بعد وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور اسے ہٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وضو ہو جائے گا اور وہ شرعاً درست ہوگا۔چنانچہ در المختار میں علامہ محمد بن علی بن محمد الحِصنی المعروف علاء الدین حصکفی حنفی علیہ رحمۃ القوی المتوفی 1088ہجری فرماتے ہیں :

”ولا یمنع الطهارةدرن وكذا دهن ودسومة “

ترجمہ: طہارت سے مانع نہیں میل، تیل، چکنائی۔(درالمختار، باب فرض الغسل، جلد 1 ، صفحہ 154،دار عالم الکتب،بیروت)

اور حاشیۃالطحطاوی علی مراقي الفلاح میں علامہ احمد بن محمد بن اسمٰعیل الطحطاوی الحنفی فرماتے ہیں

” بقاء دسومة الزيت ونحوه لا يمنع لعدم الحائل“

ترجمہ:تیل کی چکناہٹ اور اس کی مثل دیگر اشیاء (جو جِرم دار نہ ہوں، ان) کا باقی رہنا پانی کے جسم تک پہنچنے میں رکاوٹ نہ ہونے کی وجہ سے وضو سے مانع نہیں ۔ (حاشیۃالطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الطھارۃ، صفحہ 62، مطبوعہ کراچی)

صَدرُ الشَّریعہ،بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃُ اللہِ القوی بہار شریعت میں لکھتے ہیں :

”کپڑے یا بدن میں ناپاک تیل لگا تھا تین مرتبہ دھولینے سے پاک ہوجائے گا اگرچہ تیل کی چکنائی موجود ہو۔“

(بہا رشریعت ،جلد1، صفحہ:398،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

برفباری کے دوران برف(سنو)سے وضو کرنے کا شرعی حکم

سوال:کیا برف باری سے جمع ہونے والی برف سے وضو کرسکتے ہیں؟ اگر کرسکتے ہیں تو اس کا طریقہ کیا ہوگا؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اس برف سے وضو اسی صورت میں ہوگا جب یہ پگھل (melted) کر پانی بن جائے کیونکہ وضو میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے ان اعضاء کے ہر ہر حصّے پر پانی کے کم اَز کم دو قطرے بہ جانا ضروری ہے۔ اور اگر اعضائے وضو پر دو قطرے پانی کے نہ بہے تو پھر برف سے وضو بھی نہیں ہوگا۔

اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ وضو کے چار فرائض میں سے تیسرے فرض یعنی چوتھائی سر کے مسح کے علاوہ بقیہ تینوں فرائض میں اعضائے وضو کو دھونا فرض ہے، اور کسی عضو کو دھونے سے مراد یہ ہے کہ اس عضو پر کم از کم دو قطرے پانی بہہ جائیں۔ لہذا برف سے وضو صرف اسی صورت میں ہوگا جب اعضائے وضو پر کم از کم دو قطرے بہہ جائیں، اعضائے وضو پر دو قطرے پانی نہ بہنے کی صورت میں برف سے وضو نہیں ہوگا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِؕ" ترجمہ: "اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنے منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ۔" (القرآن الکریم، پارہ06، سورۃ المائدۃ، آیت:06)

برف سے وضو کرنے کی صورت میں اگر دو قطرے پانی اعضائے وضو پر نہ بہے تو وضو نہیں ہوگا چنانچہ بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع میں علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی الحنفی علیہ رحمۃ اللہ القوي (المتوفی 587 ھجری) لکھتے ہیں

"و النظم للاول " فالوضوء اسم للغسل والمسح ، لقوله تبارك ، وتعالى {یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِؕ---الخ} أمر بغسل الأعضاء الثلاثة ، ومسح الرأس۔ فلا بد من معرفة معنى الغسل والمسح فالغسل هو إسالة المائع على المحل ، والمسح هو الإصابة ، حتى لو غسل أعضاء وضوئه ، ولم يسل الماء ، بأن استعمله مثل

الدهن ، لم يجز في ظاهر الرواية۔ وروي عن أبي يوسف أنه يجوز وعلى هذا قالوا : لو توضأ بالثلج ، ولم يقطر منه شيء لا يجوز ، ولو قطر قطرتان ، أو ثلاث ، جاز لوجود الإسالة ، وسئل الفقيه أبو جعفر الهندواني عن التوضؤ بالثلج ، فقال : ذلك مسح ، وليس بغسل “

ترجمہ: ”وضو دھونے اور مسح کا نام ہے، اللہ عزوجل کے اس فرمان کی وجہ سے (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ ---الخ) اس آیتِ مبارکہ میں تین اعضاء کو دھونے اور سر کے مسح کا حکم دیا گیا ہے، لہذا دھونے اور مسح کرنے سے کیا مراد ہے؟ یہ پہچان ہونا ضروری ہے۔ دھونے سے مراد کسی مائع چیز کو محلِ وضو پر بہانا ہے جبکہ مسح سے مراد تری کا پہنچانا ہے، یہاں تک کہ کسی نے اعضائے وضو کو دھویا مگر ان اعضاء پر پانی نہ بہایا، اس طرح کہ پانی کو تیل کی طرح اعضائے وضو پر استعمال کیا تو ظاہر الروایہ کے مطابق ایسا کرنا، جائز نہیں ہوگا جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ ایسا کرنا، جائز ہے ۔ اسی اختلاف پر فقہائے کرام رحمہم اللہ نے فرمایا کہ کسی شخص نے برف سے وضو کیا اور برف سے ایک قطرہ بھی اعضائے وضو پر نہیں بہا تو وضو نہیں ہوگا۔ ہاں ! اگر برف پگھل جائے اور اس کے پانی سے دو یا تین قطرے اعضائے وضو پر بہہ جائیں تو یہاں اعضائے وضو پر پانی بہہ جانے کی وجہ سے وضو درست ہوگا۔ فقیہ ابو جعفر ہندوانی علیہ الرحمہ سے برف سے وضو کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ مسح ہے، دھونا نہیں۔“(بدائع الصنائع، کتاب الطھارۃ، ج 01، ص 15-14، دار الحدیث، القاہرۃ)

نیز فتاوی عالمگیری میں اس حوالے سے مذکور ہے:”وفي شرح الطحاوي أن تسييل الماء شرط في الوضوء في ظاهر الرواية فلا يجوز الوضوء ما لم يتقاطر الماء ، وعن أبي يوسف - رحمه الله - أن التقاطر ليس بشرط ففي مسألة الثلج إذا توضأ به إن قطر قطرتان فصاعدا يجوز إجماعا وإن كان بخلافه فهو على قول أبي حنيفة ومحمد - رحمهما الله تعالى - لا يجوز ، وعلى قول أبي يوسف رحمه الله تعالى يجوز كذا في الذخيرة والصحيح قولهما“یعنی شرح الطحاوی میں ہے کہ ظاہر الروایہ کے مطابق وضو میں پانی کا اعضائے وضو پر بہانا شرط ہے، لہذا وضو اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک اعضائے وضو پر پانی نہ بہے۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک پانی کے قطرے بہنا وضو میں شرط نہیں ۔ لہذا برف سے وضو کرنے والے نے دو یا زائد قطرے اعضائے وضو پر بہا دیئے تو

بالاتفاق وضو ہوجائے گا، اگر اس کے برخلاف ہو یعنی دو قطرے اعضائے وضو پر نہ بہیں تو امام اعظم اور امام محمد علیہما الرحمہ کے قول کے مطابق وضو نہیں ہوگا، جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول پر وضو ہوجائے گا جیسا کہ ذخیرہ میں ہے،جبکہ طرفین علیہما الرحمہ کا قول صحیح ہے۔(فتاوٰی عالمگیری،کتاب الطھارۃ، ج 01، ص 03، مطبوعہ پشاور)

فتاوٰی رضویہ میں ہے:"مُنہ، ہاتھ، پاؤں تینوں عضوؤں کے تمام مذکور ذرّوں پر پانی کا بہنا فرض ہے فقط بھیگ جانا یا تیل کی طرح پانی چُپڑ لینا تو بالاجماع کافی نہیں اللھم الاامرفی الرجلین(مگر وہ جو پیروں کے متعلق گزرا) اور صحیح مذہب میں ایک بوند ہر جگہ سے ٹپک جانا بھی کافی نہیں کم سے کم دو بوندیں ہر ذرہ ابدان مذکورہ پر سے بہیں۔"(فتاوی رضویہ،ج 01 (الف)، ص 287، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

بہارِ شریعت میں ہے:"کسی عُضْوْ کے دھونے کے یہ معنی ہیں کہ اس عُضْوْ کے ہر حصہ پر کم سے کم دو بوند پانی بہ جائے۔ بھیگ جانے یا تیل کی طرح پانی چُپڑ لینے یا ایک آدھ بوند بہ جانے کو دھونا نہیں کہیں گے نہ اس سے وُضو یا غسل ادا ہو۔"(بہارِ شریعت، ج 01، ص 288، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

برف کے پانی سے وضو جائز ہے۔ جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے:"مینھ، ندی، نالے، چشمے، سمندر، دریا، کوئیں اور برف، اولے کے پانی سے وُضو جائز ہے۔"(بہارِ شریعت، ج 01، ص 329، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وِنٹر(موسم سرما) اور احتلام

سوال:اگر سردی کا موسم ہو اور رشتہ دار کے گھر احتلام ہوجائے تو کیا شرمندگی سے بچنے کے لئے تیمم کر سکتے ہیں یا نہیں؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

محض شرم کوئی عذر نہیں ہے جس کی وجہ سے تیمم کی اجازت ہو، لہذا احتلام ہونے کی صورت میں کسی بھی طرح غسل کرکے ہی پاکی حاصل کرنا ہوگی۔ البتہ پانی موجود نہ ہونے کی صورت میں تیمم کیا جا سکتا ہے

شدید سردی میں وضو و غسل کی جگہ تیمم کا شرعی حکم

سوال: اگر احتلام ہو جائے اور غسل کرنے میں سردی کے باعث بیمار ہونے کا ڈر ہو تو کیا تیمم کر سکتے ہیں؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر شدید سردی ہو اور غسل جنابت کرنے کی صورت میں بیمار ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو یا پہلے سے بیمار ہوں تو اس صورت میں تیمم کرنے کی گنجائش ہے۔ چنانچہ الجوہرۃ النیرۃ علی مختصر القدوری میں ہے

خاف ان اغتسل بالماء ان یقتلہ البرد او یمرضہ فانہ یتیم

ترجمہ: اگر اسے یہ خوف ہو کہ پانی سے غسل کرنے سے سردی اسے ہلاک کردے گی یا بیمار کردے گی، تو وہ تیمم کرے گا۔

(الجوہرۃ النیرۃ علی مختصر القدوری، کتاب الزکاۃ، ج1 ص64، المطبعۃ الخیریۃ)

سوال: کیا سخت سردی کی وجہ سے غسل کیے بغیر تیمم کرکے نماز پڑھی جا سکتی ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر کوئی شخص بیمار ہو اور سردی میں پانی سے غسل کرنے کے باعث جان جانے، یا کسی عضو کے تلف ہونے یا مرض کے بڑھ جانے کا خوف ہو تو ایسی صورت میں تیمم کرنے کی اجازت ہوگی، لیکن اگر بیماری نہ ہو اور بیماری کا محض اندیشہ ہو تو اس

صورت میں تیمم کی اجازت نہ ہوگی، اسی طرح اگر سردی میں پانی گرم کرنے کا انتظام موجود ہو، یا غسل کے بعد حرارت حاصل کرنے کا انتظام ہو تو تیمم کی اجازت نہیں ہوگی۔ لیکن اگر واقعتًا غسل سے بیماری کے بڑھنے کا یقین ہو یا اہلِ تجربہ کا غالب گمان ہو تو ایسی صورت میں تیمم کرکے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"وإذا خاف المحدث إن توضأ أن يقتله البرد أو يمرضه يتيمم. هكذا في الكافي. واختاره في الأسرار. لكن الأصح عدم جوازه إجماعاً، كذا في النهر الفائق. والصحيح أنه لا يباح له التيمم. كذا في الخلاصة وفتاوى قاضي خان ولو كان يجد الماء إلا أنه مريض يخاف إن استعمل الماء اشتد مرضه أو أبطأ برؤه يتيمم."

ترجمہ: اور اگر حدث والے (یعنی بے وضو شخص) کو یہ اندیشہ ہو کہ وضو کرنے سے سردی اسے ہلاک کردے گی یا بیمار کردے گی، تو وہ تیمم کرے۔یہی بات کافی میں ہے اور اسرار میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے، لیکن اصح بات یہ ہے کہ اجماعاً ایسا کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح نہر الفائق میں ہے، اور صحیح یہ ہے کہ اس کے لیے تیمم کی اجازت نہیں۔یہی بات خلاصہ اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔اور اگر کوئی شخص پانی پاتا ہو لیکن وہ بیمار ہو اور اسے اندیشہ ہو کہ پانی استعمال کرنے سے بیماری بڑھ جائے گی یا شفایابی میں تاخیر ہوگی، تو وہ تیمم کرے گا۔

(الفتاوی الهندیة المعروف فتاوی عالمگیری، ج 1 ص 28، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

مائنس ٹمپریچر (MINUSTEMPERATUR) میں تیمم کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ آج کل سردی کا موسم ہے۔ بعض علاقوں میں سردی کی شدت کے ساتھ برف باری بھی ہو رہی ہے، ہمارا علاقہ بھی کئی ماہ تک مسلسل شدید سردی اور برف باری کی لپیٹ میں رہتا ہے اور ٹمپریچر بھی مائنس (minus) میں چلا جاتا ہے، بسا اوقات نماز کے لئے وضو یا فرض غسل کرنے میں کافی آزمائش ہو جاتی ہے، کیونکہ پانی بہت ٹھنڈا ہوتا ہے اور اسے گرم کرنے کا کوئی بندوبست بھی نہیں ہو پاتا، تو ایسی صورت میں تیمم کی اجازت ہے یا نہیں؟ ہمارے ہاں کچھ لوگوں کا ذہن بن چکا ہے اور مزید کا بھی بنتا جا رہا ہے کہ سردی کی شدت میں تیمم کی اجازت ہونی چاہیے۔ میرا آپ سے سوال یہ ہے کہ اگر سخت سردی ہو، تو کس کیفیت میں تیمم کی اجازت ہے اور کس میں نہیں؟ نیز اگر کوئی شخص سردی کی شدت کی وجہ سے تیمم کرلے، تو وہ دوسروں کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت کا اجمالی جواب یہ ہے کہ فقط سردی یا پانی کا ٹھنڈا ہونا تیمم کرنے کے لئے ہرگز ہرگز عذر نہیں، جس طرح عام دنوں میں نماز کے لئے وضو یا فرض غسل کرنا شرط ہے، یونہی سردی کے موسم میں بھی شرط ہے، وضو و غسل پر قدرت ہونے کے باوجود، بلا اجازتِ شرعی تیمم کر کے نماز پڑھیں گے، تو سخت گنہگار اور عذابِ نار کے حق دار ہوں گے اور وہ نماز بھی ادا نہیں ہوگی، بلکہ اسی طرح ذمہ پر باقی رہے گی، جیسے وضو یا غسل کر کے دوبارہ پڑھنا فرض ہوگا، البتہ اگر پانی کے استعمال سے جان جانے یا کوئی عضو ہلاک ہونے یا بیمار ہونے یا بیماری بڑھنے یا پہلے سے بیمار آدمی کے دیر سے اچھا ہونے کا حقیقی خطرہ موجود ہو، تو اس صورت میں تیمم کرنے کی اجازت ہوگی اور تیمم کر کے امامت بھی کر سکتے ہیں۔

اس مسئلہ کی مکمل تفصیل کچھ یوں ہے کہ نماز تمام فرائض میں سے اہم و اعظم فرض ہے، اس کی ادائیگی کے لئے طہارت / پاکی شرط ہے، یعنی بے وضو شخص کا کم از کم وضو اور جس پر غسل فرض ہے، اس کا غسل کر کے نماز پڑھنا فرض ہے اور جب تک کسی بھی طرح سے وضو و غسل کرنا، شریعت کی نظر میں لازم ہو، تب تک نماز کی ادائیگی کے لئے ان کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں، حتی کہ اگر ٹھنڈا پانی نقصان دے اور گرم نہ دے، تو گرم پانی کے ساتھ وضو و غسل کرنا فرض ہے، اگر گرم پانی کی کوئی صورت نہ ہو، مگر ایسا کپڑا یا لحاف موجود ہے، کہ ٹھنڈے پانی سے وضو و غسل کے بعد گرم کپڑے پہن یا اوڑھ کر یا آگ ہے، جسے تاپ کر اپنے آپ کو نقصان سے بچایا جا سکتا ہے، تب بھی تیمم کی اجازت نہیں ۔یونہی کسی عضو پر پانی ڈالنے کی وجہ سے ضَرَر ہوتا ہو اور بقیہ اعضاء دھو سکتے ہوں، تو اس عضو پر مسح کرنا اور بقیہ اعضاء پر پانی بہانا فرض ہے۔الغرض کسی بھی طریقے سے وضو و غسل پر قادر ہونے کی صورت میں نماز کے لئے وضو و غسل کرنا ہی ضروری ہے۔

آج کل دیکھا جائے ،تو عموماً گھروں میں گیزر، راڈ یا کم از کم چولہا ضرور موجود ہوتا ہے، جس سے بآسانی پانی گرم کر سکتے ہیں، نیز موٹے بستر، لحاف ،ہیٹر یا آگ بھی موجود ہوتی ہے، نہانے کے بعد جس سے اپنے آپ کو سردی سے بچایا جا سکتا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ انتہائی سرد علاقوں میں بھی رہنے والے کثیر افراد جو نماز کی اہمیت جانتے ہیں، وہ نماز کے لئے وضو یا غسل ہی کا اہتمام کرتے ہیں، کیونکہ انہوں نے اس کے لئے پہلے سے بندو بست کیا ہوتا ہے، لہٰذا بقیہ افراد پر بھی لازم ہے کہ وہ وضو و غسل کے لیے مناسب بندوبست کر کے رکھیں ،تاکہ نماز جیسی اہم و اعظم عبادت کہیں ضائع نہ ہو ۔

بلکہ مسلمانوں کو تو چاہیے کہ وہ زیادہ ثواب کی امید پر سردی میں بھی خوش دلی کے ساتھ وضو و غسل کر کے نماز ادا کریں، اگرچہ اس کے لئے انہیں کچھ زیادہ مشقت برداشت کرنی پڑے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سردی وغیرہ کی

مشقت برداشت کر کے وضو کرنا گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی کا باعث ہے اور جس نے سخت سردی میں اچھے طریقے سے وضو کیا، اسے دُگنا ثواب ملے گا، ایک وضو کرنے کا اور دوسرا سردی کی وجہ سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرنے کا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعتِ مطہرہ میں پاکی حاصل کرنے کی ایک صورت تیمم کی بھی ہے، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ معمولی مشقت یا محض اپنی سہولت کے پیشِ نظر وضو و غسل جیسے فرض کو چھوڑ کر تیمم کر لیا جائے، کیونکہ تیمم جائز ہونے کی خاص شرائط ہیں، اگر وہ پائی جائیں، تب ہی تیمم کر سکتے ہیں، ورنہ تیمم کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں، پڑھیں گے، تو گنہگار ہوں گے اور فرض بھی ذمے پر باقی رہے گا، پس جب اس صورت میں اپنی نماز ہی درست نہیں، تو دوسروں کی اس کے پیچھے کیسے درست ہو سکتی ہے؟

البتہ سخت سردی کی ایک ممکنہ صورت میں شریعتِ مطہرہ نے غسل کے بجائے تیمم کرنے کی اجازت دی ہے اور وہ یہ کہ سردی بہت سخت ہو اور گرم پانی سے غسل کرنے کی کوئی صورت نہ ہو اور نہ ہی کوئی ایسا کپڑا، لحاف یا آگ وغیرہ میسر ہو کہ جس کے ذریعہ اپنے آپ کو نقصان سے بچا سکیں اور اس سردی میں نہانے کی وجہ سے جان جانے یا بیمار ہونے یا بیماری بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے کا حقیقی خطرہ موجود ہو، تو اس خاص صورت میں قرآنِ کریم کی آیات، احادیثِ طیبہ، فقہی قواعد اور فقہاء کی تصریحات کے مطابق غسل کے بجائے تیمم کرنے کی اجازت ہے۔ ان شرائط کی موجودگی میں تیمم کر کے پڑھی گئی نماز بلاشبہ درست ہے اور بعد میں اس کا اعادہ یعنی دوبارہ پڑھنا بھی ضروری نہیں، نیز ایسا شخص اگر امامت کرتا ہے، تو اس کے پیچھے تیمم اور وضو کرنے والے سب افراد کی نماز درست ہوگی، جبکہ وہ اپنی شرائط کے ساتھ ادا کی گئی ہو۔

لیکن یاد رہے کہ مذکورہ رخصت بالخصوص فرض غسل کے لئے ہے، کیونکہ وضو کے مقابلے میں غسل میں زیادہ مشقت ہوتی ہے، کہ غسل میں پورے جسم پر پانی بہانا ہوتا ہے اور وضو میں فقط چند اعضاء پر اور چند اعضاء پر پانی بہانے کی بنسبت پورے جسم پر پانی بہانا زیادہ مشکل ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ کئی فقہاء نے سخت / شدید سردی کے باوجود وضو کی جگہ تیمم کرنے کی اجازت نہیں دی، لیکن بہر حال اگر وضو میں بھی غسل جیسا حقیقی عذر موجود ہو، تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق وضو کا حکم بھی غسل جیسا ہی ہوگا، یعنی اس کی جگہ پر بھی تیمم کرنے کی اجازت ہوگی اور بعض برفانی علاقوں میں یہ ضرورت موجود ہو سکتی ہے کہ بعض جگہوں پر گرم پانی دستیاب نہیں ہوتا اور ٹھنڈا پانی اس قدر ٹھنڈا ہوتا ہے کہ اس کی ٹھنڈک برداشت کرنا نہایت تکلیف دہ بلکہ بعض اوقات اعضاء کو شَل کردیتا ہے، پھر یہ بھی ہے کہ جوانوں کے مقابلے میں بوڑھوں کے لئے اور مَردوں کے مقابلے میں عورتوں کے لئے اور طاقتوروں کے مقابلے میں کمزوروں کے لئے رخصت کی صورت جلد نکل آئے گی۔

نوٹ: لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے طور پر جائز و ناجائز کے فیصلے نہ کریں، بلکہ علمِ دین حاصل کریں اور ماہر علماء و مفتیانِ کرام سے رہنمائی بھی لیتے رہیں۔

سخت سردی میں وضو کرنے سے متعلق احادیث:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”الا ادلکم علی ما یمحو اللہ بہ الخطایا ویرفع بہ الدرجات؟قالوا: بلی یا رسول اللہ! قال:اسباغ الوضوء علی المکارہ وکثرۃ الخطا الی المساجد وانتظار الصلاۃ بعد الصلاۃ،فذلکم الرباط“

ترجمہ: کیا میں تمہاری ایسی چیز کی طرف رہنمائی نہ کروں کہ جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتا اور درجات کو بلند فرماتا ہے؟ صحابہ

کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: کیوں نہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فرمایا: (سردی وغیرہ کی) مشقت برداشت کرکے اچھے طریقے سے وضو کرنا، مساجد کی طرف زیادہ قدم چلنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ پس یہ اعمال تمہارے لئے (نفس و شیطان سے) حفاظت کا ذریعہ ہیں۔

(الصحیح لمسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل اسباغ الوضوء علی المکارہ، ج1، ص127، مطبوعہ کراچی)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''من اسبغ الوضوء في البرد الشديد،كان له من الاجر كفلان' 'جس نے سخت سردی میں اچھے طریقے سے وضو کیا، اس کے لئے ثواب کے دو حصے ہیں۔ (المعجم الاوسط، ج5، ص298، مطبوعہ قاھرہ)

شدید سردی میں پیش آنے والی مخصوص صورت میں تیمم جائز ہونے کے دلائل:

قرآن پاک کی آیت: اللہ پاک وضو و غسل کا حکم بیان کرنے کے بعد تیمم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

(وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕمَايُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ)

ترجمہ: اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور ان صورتوں میں پانی (کے استعمال پر قدرت) نہ پاؤ، تو پاک مٹی سے تیمم کر لو، تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا اس سے مسح کر لو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے، لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے، تاکہ تم شکر ادا کرو۔

(پ6، س المائدہ، آیت 6)

حدیثِ پاک: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

’’احتلمت في ليلة باردة في غزوة ذات السلاسل، فاشفقت ان اغتسلت ان اهلك فتيممت، ثم صليت باصحابي الصبح،فذكروا ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم،فقال: يا عمرو!صليت باصحابك وانت جنب؟فاخبرته بالذى منعني من الاغتسال وقلت اني سمعت الله، يقول:(ولا تقتلوا انفسكم ان الله كان بكم رحيما)فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يقل شيئا ‘‘

ترجمہ:غزوہ ذات السلاسل میں ایک ٹھنڈی رات مجھے احتلام ہو گیا،مجھے خوف لاحق ہوا کہ اگر غسل کروں گا،تو ہلاک ہو جاؤں گا، پس میں نے تیمم کر لیا،پھر اپنے ساتھیوں کو فجر کی نماز پڑھائی۔انہوں نے سارا معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا،تو آپ نے ارشاد فرمایا:اے عمرو!تم نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھا دی ہے،حالانکہ تم جُنبی تھے؟پس جس چیز نے مجھے غسل کرنے سے روکا،میں نے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کر دی اور کہا:میں نے اللہ پاک کا فرمان سن رکھا ہے،وہ فرماتا ہے:اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو،بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور مزید کچھ نہ فرمایا۔(سننِ ابی داؤد،کتاب الطھارۃ،باب اذا خاف الجنب البرد ایتیمم،ج1،ص60،مطبوعہ لاھور)

اس حدیثِ پاک کے تحت عمدۃ القاری میں ہے:

’’وبه علم عدم اعادة الصلاة التى صلاها بالتيمم فى هذه الحالة وهو حجة على من يامره بالاعادة ودل ايضا على جواز التيمم لمن يتوقع من استعمال الماء الهلاك، سواء كان للبرد او لغيره، وسواء كان فى السفر او فى الحضر ‘‘

ترجمہ:اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ اس حالت میں تیمم کے ساتھ جو نماز پڑھی،اسے دوبارہ پڑھنا لازم نہیں اور یہ اس کے خلاف دلیل ہے،جو ایسی نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دیتا ہے اور اس حدیث میں اس شخص کے لئے تیمم جائز ہونے کی دلیل ہے،جسے پانی کے استعمال کی وجہ سے ہلاکت کا خوف ہو،اب برابر ہے کہ یہ خوف سردی کی وجہ سے ہو یا اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے اور برابر ہے کہ بندہ سفر میں ہو یا مقیم(بہر صورت تیمم کی اجازت ہوگی)۔(عمدۃ القاری،ج4،ص34،مطبوعہ دار احیاء التراث،بیروت)

فقہی قاعدہ:

شریعت کا قاعدہ ہے کہ جہاں ایسی مشقت پائی جائے، جسے شریعت مشقت تسلیم کرتی ہو، تو اس کی وجہ سے بندے کے لئے آسانی پیدا ہوجاتی ہے اور اتنی سخت سردی کہ جس میں جسم پر پانی بہانے کی وجہ سے بندے کی جان جانے یا کوئی عضو ضائع ہونے وغیرہ کا حقیقی خطرہ موجود ہو، تو یقیناً شریعتِ مطہرہ اسے بھی مشقت تسلیم کرتی ہے، لہٰذا اس کی وجہ سے بھی تیمم والی رخصت و آسانی ملے گی۔

الاشباہ والنظائر میں ہے:" القاعدة الرابعة:(المشقة تجلب التيسير)والاصل فيها قوله تعالى:(يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر) وقوله تعالى:(وما جعل عليكم في الدين من حرج)وفی حديث:احب الدين الى الله تعالى الحنيفية السمحة" قال العلماء: يتخرج على هذه القاعدة جميع رخص الشرع وتخفيفاته، واعلم ان اسباب التخفيف فی العبادات وغيرها سبعة: ۔۔الثانی:المرض، ورخصه كثيرة: التيمم عند الخوف على نفسه او على عضوه او من زيادة المرض او بطئه "

ترجمہ:چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ مشقت آسانی لاتی ہے، اس کی اصل اللہ پاک کا یہ فرمان ہے "اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا" اورمزید یہ فرمان ہے" اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی" اور حدیثِ پاک میں ہے: اللہ پاک کے ہاں پسندیدہ دین، دینِ اسلام ہے، جو نرمی و سہولت والا ہے۔ علماء نے فرمایا: اس قاعدے کی بنیاد پر تمام شرعی رخصتیں اور تخفیفات نکلتی ہیں اور جان لو کہ عبادات وغیرہ میں اسبابِ تخفیف سات ہیں۔ اسبابِ تخفیف میں سے دوسرا سبب مرض ہے اور اس کی بہت سی رخصتیں ہیں۔(ان میں سے ایک) اپنی جان یا عضو کے ہلاک ہونے یا مرض بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے کے خوف سے تیمم کرنا ہے۔ (الاشباہ والنظائر، ج1، ص245تا246، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فقہاء کی تصریحات:

سردی کی شدت میں غسل کی جگہ تیمم کرنے کے بارے میں تنویر الابصار مع در مختار میں ہے:''من عجز ۔۔عن استعمال الماء۔لبعدہ ۔۔ میلا۔۔او لمرض۔۔او برد یھلک الجنب او یمرضہ ولو فی المصر اذا لم تکن لہ اجرۃ حمام ولا ما یدفئہ۔تیمم''ترجمہ:جو شخص پانی کے ایک میل دور ہونے یا اپنے مرض یا ایسی سردی کی وجہ سے اس کے استعمال سے عاجز ہو، جو جنبی کو ہلاک یا بیمار کر دے گی، اگرچہ وہ شہر میں ہو، جبکہ اس کے پاس حمام کی اجرت نہ ہو اور نہ ایسی کوئی چیز ہو جس سے سردی کو دور کر سکے، تو ایسا شخص تیمم کر لے۔ (تنویر الابصار مع در مختار، ج1، ص232تا236، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

''یھلک الجنب'' کے تحت فتاوی شامی میں جنبی کے ساتھ بے وضو شخص کے لئے بھی تیمم کا جواز یوں بیان کیا گیا ہے:

''قید بالجنب،لان المحدث لا یجوز لہ التیمم للبرد فی الصحیح،خلافا لبعض المشایخ،کما فی الخانیۃ والخلاصۃ وغیرھما وفی المصفی:انہ بالاجماع علی الاصح، قال فی الفتح وکانہ لعدم تحقیق ذلك فی الوضوء عادۃ۔اقول:۔نعم مفاد التعلیل بعدم تحقیق الضرر فی الوضوء عادۃ انہ لو تحقق جاز فیہ ایضا اتفاقا ''

ترجمہ: مصنف علیہ الرحمۃ نے جنبی ہونے کی قید لگائی، کیونکہ صحیح قول کے مطابق بے وضو شخص کے لئے سردی کی وجہ سے تیمم کرنا ، جائز نہیں، بعض مشائخ کا اس میں اختلاف ہے، جیسا کہ خانیہ اور خلاصہ وغیرہ میں ہے۔ اور مصفی میں ہے: اصح قول کے مطابق بالاجماع وضو کے لئے تیمم کی اجازت نہیں۔ فتح القدیر میں فرمایا: کیونکہ وضو میں عادۃً ہلاکت والی صورت متحقق نہیں ہوتی۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: وضو میں عادۃً نقصان متحقق نہ ہونے کے ساتھ علت بیان کرنے کا مفادیہ ہے کہ اگر وضو میں نقصان متحقق ہو، تو اس کے لئے بھی بالاتفاق تیمم کرنا ، جائز ہے۔ (فتاوی شامی، ج1، ص234، مطبوعہ، دار الفکر، بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سردی کی وجہ سے جنبی اور بے وضو شخص کے لئے تیمم کا حکم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:''سردی شدید ہے اور حمام نہیں یا اُجرت دینے کو نہیں، نہ پانی گرم کر سکتا ہے، نہ ایسے کپڑے ہیں کہ نہا کر اُن سے گرمی

حاصل کرسکے، نہ تاپنے کو الاؤ مل سکتا ہے اور اس سردی میں نہانے سے مرض کا صحیح خوف ہے، تو تیمم کرسکتا ہے، اگرچہ شہر میں ہو ''درمختار'' سردی کے باعث وضو نہیں چھوڑ سکتا ''و ھو الصحیح،کما فی الخانیہ و الخلاصۃ،بل ھو بالاجماع، مصفی''،ترجمہ:یہی صحیح ہے،جیسا کہ خانیہ اور خلاصہ میں ہے،بلکہ یہ بالاجماع ہے۔ہاں ! اگر اُس سردی میں وضو سے بھی صحیح خوفِ حدوثِ مرض ہو، جب بھی تیمم کرے،خالی وہم کا اعتبار نہانے میں بھی نہیں، وضو تو وضو۔'' (فتاوی رضویہ،ج3،ص415، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن،لاھور)

مزید ایک مقام پر شرعی اجازت ہونے یا نہ ہونے کی صورت میں تیمم کرکے نماز پڑھانے والے شخص کے بارے میں تفصیل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:''جب تک نہانے سے مضرت نہ ہو، بے صحیح اندیشہ ِمضرت کے تیمم سے پڑھے، تو اس(امام) کی خود نماز نہ ہوگی، دوسرے کی اُس کے پیچھے کیا ہو؟ہاں جسے بالفعل ایسا مرض موجود ہو، جس میں نہانا نقصان دے گا یا نہانے میں کسی مرض کےپیدا ہوجانے کا خوف ہے اوریہ نقصان وخوف اپنے تجربے سے معلوم ہوں یا طبیب حاذق مسلمان غیرفاسق کے بتائے سے، تو اُس وقت اُسے تیمم سے نماز جائز ہوگی اور اب اس کے پیچھے سب مقتدیوں کی نماز صحیح ہے، غرض امام کا تیمم اور مقتدیوں کا پانی سے طہارت سے ہونا صحتِ امامت میں خلل انداز نہیں، ہاں امام نے تیمم ہی بے اجازت شرع کیا ہو، تو آپ ہی نہ اس کی ہوگی، نہ اُس کے پیچھے اوروں کی ۔تنویر میں ہے:''صح اقتداء متوضئ بمتیمم''،ترجمہ:تیمم کرنے والے کے پیچھے وضو کرنے والے کی اقتداء کرنا صحیح ہے۔''

(فتاوی رضویہ،ج6،ص638، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن،لاھور)

ٹھنڈے پانی (COLD WATER) سے وضو کرنے کی فضیلت

سوال: اگر ایسی جگہ جہاں پانی سخت ٹھنڈا ہو، اتنا ٹھنڈا کہ ہاتھوں میں پانی ڈالیں تو درد ہونے لگتا ہے اور وہاں تیمم کے لیے مناسب جگہ نہ ہو تو وہاں کیسے وضو کیا جائے؟ مکمل یا ایسے ہاتھوں کو ہلکا گیلا کر کے منہ پر اور پاؤں پر پھیرا جائے؟ کیوں کہ پانی اتنا ٹھنڈا ہے کہ اگر اس پانی سے وضو کیا تو ایسے ٹھنڈے پانی سے نمونیہ یا لقاوی کا خطرہ ہے، اس معاملہ میں راہ نمائی فرمائیں!

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

واضح رہے کہ شریعتِ مطہرہ میں سردی میں وضو کرنے کی خوب فضیلت بیان کی گئی ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

"عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: ألا أدلكم على ما يمحو الله به الخطايا ويرفع به الدرجات؟ قالوا: بلى يا رسول الله، قال: إسباغ الوضوء على المكاره، وكثرة الخطا إلى المساجد، وانتظار الصلاة بعد الصلاة، فذلكم الرباط"

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہوں کو دھونے والی چیز مشقت کے موقع پر (ٹھنڈک میں) وضو کرنا، مساجد کی جانب قدم بڑھانا اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا ہے، یہی گناہ سے بچنے کی سرحد اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔ (جامع الترمذی، 1/105)

"وعن علي بن أبي طالب، «عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " من أسبغ الوضوء في البرد الشديد كان له من الأجر كفلان» "

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سخت سردی کے زمانے میں اچھی طرح وضو کیا اسے دو گنا ثواب ملے گا۔ (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد 1/237)

بہر حال! اگر کوئی شخص بیمار ہو اور سردی میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے کے باعث جان جانے، یا کسی عضو کے تلف ہونے یا مرض کے بڑھ جانے کا خوف ہو تو ایسی صورت میں تیمم کرنے کی اجازت ہوگی، لیکن اگر بیماری نہ ہو اور بیماری کا محض اندیشہ ہو تو اس صورت میں تیمم کی اجازت نہ ہوگی۔

لہذا جہاں تک ممکن ہو وضو ہی کرنا چاہیے۔ آج کل پانی گرم کرنے کے اسباب بھی عموماً ممکن ہوتے ہیں، یا ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے کے بعد جسم کو گرم رکھنے کے اسباب عموماً میسر ہوتے ہیں، اس لیے اولاً تو وضو ہی کرنا چاہیے، لیکن اگر واقعةً وضو سے بیماری کے بڑھنے کا یقین ہو یا اہلِ تجربہ کا غالب گمان ہو تو ایسی صورت میں تیمم کیا جا سکتا ہے اور تیمم سے متعلق یہ کہنا مشکل ہے کہ "اُس کے لیے مناسب جگہ نہ ہو" کیوں کہ تیمم ہر ایسی چیز سے کیا جا سکتا ہے جو مٹی یا پتھر کی جنس میں سے ہو اور یہ اشیاء ہر جگہ اور ہر وقت دست یاب ہوتی ہیں۔

الفتاوی الهندية (1/ 28):

"وإذا خاف المحدث إن توضأ أن يقتله البرد أو يمرضه يتيمم. هكذا في الكافي. واختاره في الأسرار. لكن الأصح عدم جوازه إجماعاً، كذا في النهر الفائق. والصحيح أنه لا يباح له التيمم. كذا في الخلاصة وفتاوى قاضي خان ولو كان يجد الماء إلا أنه مريض يخاف إن استعمل الماء اشتد مرضه أو أبطأ برؤه يتيمم"

ترجمہ: اور اگر حدث والے (یعنی بے وضو شخص) کو یہ اندیشہ ہو کہ وضو کرنے سے سردی اسے ہلاک کردے گی یا بیمار کردے گی، تو وہ تیمم کرے۔ یہی بات کافی میں ہے اور اسرار میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے، لیکن اصح بات یہ ہے کہ اجماعاً ایسا کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح نہر الفائق میں ہے، اور صحیح یہ ہے کہ اس کے لیے تیمم کی اجازت نہیں۔ یہی بات خلاصہ اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کوئی شخص پانی پاتا ہو لیکن وہ بیمار ہو اور اسے اندیشہ ہو کہ پانی استعمال کرنے سے بیماری بڑھ جائے گی یا شفایابی میں تاخیر ہوگی، تو وہ تیمم کرے گا۔

(الفتاوی الهندية المعروف فتاوی عالمگیری، ج 1 ص 28، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

سردی و گرمی دور کرنے کی دعا

سوال: سردی اور گرمی دور کرنے کی دعا کیا ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کسی سے سردی اور گرمی دور کرنے کی دعا مندرجہ ذیل ہے

اَللّٰهُمَّ أَذْهِبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ

ترجمہ: اے اللہ ! اس سے گرمی اور سردی دور کردے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: كَانَ أَبُو لَيْلَى يَسْمُرُ مَعَ عَلِيٍّ، فَكَانَ يَلْبَسُ ثِيَابَ الصَّيْفِ فِي الشِّتَاءِ، وَثِيَابَ الشِّتَاءِ فِي الصَّيْفِ، فَقُلْنَا: لَوْ سَأَلْتَهُ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ إِلَيَّ وَأَنَا أَرْمَدُ الْعَيْنِ يَوْمَ خَيْبَرَ، قُلْتُ: يَارَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أَرْمَدُ الْعَيْنِ، فَتَفَلَ فِي عَيْنِي، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ أَذْهِبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ قَالَ: فَمَا وَجَدْتُ حَرًّا وَلاَ بَرْدًا بَعْدَ يَوْمِئِذٍ، وَقَالَ: «لأَبْعَثَنَّ رَجُلاً يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، لَيْسَ بِفَرَّارٍ» فَتَشَرَّفَ لَهُ النَّاسُ، فَبَعَثَ إِلَى عَلِيٍّ، فَأَعْطَاهَا إِيَّاهُ

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن ابو لیلیٰ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: حضرت ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ رات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ گفتگو میں شریک ہوتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سردیوں میں گرمیوں کا لباس اور گرمیوں میں سردیوں کا لباس پہن لیا کرتے تھے۔ ہم نے (ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے) کہا، آپ ان (علی رضی اللہ عنہ) سے اس کے متعلق دریافت کریں۔ (انہوں نے دریافت کیا تو) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (جنگ) خیبر کے روز اللہ کے رسول اللہ صَلَّى اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے بلا بھیجا، جب کہ میری آنکھیں دکھتی تھیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے آشوب چشم ہے۔ آپ نے میری آنکھوں میں لعاب دہن لگایا، اور فرمایا: اللَّهُمَّ أَذْهِبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ '' اے اللہ ! اس سے گرمی اور

سردی دور کر دے'') اس دن کے بعد سے مجھے گرمی یا سردی محسوس نہیں ہوئی۔ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''میں ضرور ایک ایسا آدمی بھیجوں گا جو اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اس سے اللہ اور اس کے رسول کو محبت ہے، وہ بھاگنے والا نہیں۔'' لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ آپ صَلَّی اللہ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور انہیں جھنڈا عطا فرمایا

(سنن ابن ماجۃ، فَضْلُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ، رقم الحدیث: 117، دارالمعرفۃ)

گرم پانی سے وضو کرنا

سوال: دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا اور اسی طرح سردیوں میں اگر گھر میں ہیٹر (Heater) وغیرہ پر پانی گرم کیا، تو اس سے وضو کا کیا حکم ہوگا؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جو پانی گرم ملک میں گرم موسم میں سونے چاندی کے سوا کسی اور دھات کے برتن میں دھوپ میں گرم ہو گیا، تو جب تک گرم ہے اس سے وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے اور اسے پینے سے بھی بچنا چاہیے، بلکہ کسی طرح بھی وہ پانی بدن تک نہ پہنچنے دینا چاہیے، یہاں تک کہ اگر اس سے کپڑا بھیگ جائے، تو جب تک ٹھنڈا نہ ہو لے اس کے پہننے سے بچیں کہ اس پانی کے استعمال میں اندیشۂ برص (یعنی بدن پر سفید داغ کی بیماری لگنے کا اندیشہ) ہے، پھر بھی اگر وضو یا غسل کر لیا، تو ہو جائے گا اور یاد رہے کہ

اس سے وُضو کی کراہت تنزیہی ہے تحریمی نہیں یعنی اس سے وضو کرنا پسندیدہ نہیں، لیکن وضو کر لیا، تو گناہ بھی نہیں اور یہ کراہت بھی اس وقت ہے، جبکہ اس پانی میں وہ تمام قیود پائی جائیں، جو اوپر ذکر کی گئی ہیں، لہٰذا اگر دھوپ سے پانی گرم نہ ہوا، بلکہ گیزر(geyser)یا ہیٹر(Heater) وغیرہ پہ پانی گرم کیا گیا جیسا کہ سردی کے موسم میں کیا جاتا ہے، اس سے وضو کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

زیادہ ثواب ٹھنڈے پانی میں یا گرم پانی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان کرام اس بارے میں کہ سردی کے دنوں میں پانی ٹھنڈا آتا ہے اور ہم لوگ کبھی کبھی پانی گرم کرکے وضو بناتے ہیں۔ حالانکہ ثواب کا دارومدار نیت پر ہے۔ پھر بھی میرا سوال یہ ہے کہ ٹھنڈے پانی سے یا گرم پانی سے وضو بنانے میں کس میں زیادہ ثواب ملے گا۔ پانی یا تو ہم لوگ الیکٹرک ہیٹر(Electric heater)سے یا ایل پی جی گیس(LPG gas) سے یا کوئلہ کے سستا ہونے کے وقت کوئلہ سے گرم کرلیتے ہیں۔

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ہر پاک پانی سے مطلقا وضوء کرنا جائز ہے، چاہے پانی گرم ہو یا ٹھنڈا، تاہم اجر وثواب کے لحاظ سے جس میں زیادہ مشقت ہو اس میں زیادہ ثواب ہوگا اور ظاہر ہے کہ سردی کے موسم میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے میں زیادہ مشقت ہے؛ لیکن اس کا خیال بھی کرنا چاہیے کہ اس کی وجہ سے اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالدے۔ والأصح أنه أي الأجر بقدر المشقة

(قرة عيون الأخيار تكملة رد المحتار: ج ۱۱ ص: ٦٨، كتاب الهبة، مطلب: الأجر مقدّرٌ بقدر المشقة)

چوری کی بجلی سے پانی گرم کرکے نماز پڑھنا

سوال: سردی کے موسم میں لوگ پانی گرم کرنے کے لیے گیزر(Geyser) استعمال کرتے ہیں، بعض لوگ بجلی کے میٹر کے بجائے (چوری سے) براہِ راست کنکشن لے کر گیزر چلاتے ہیں۔ ایسے پانی سے وضو کرنا اور نماز ادا کرنا کیسا ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بجلی چوری کرنا شریعت میں سخت حرام اور کبیرہ گناہ ہے، جس کی قرآن و سنت میں شدید الفاظ میں مذمت کی گئی ہے۔

گیزر(Geyser) چلانے کے لیے بجلی چوری کرنا نہ صرف غیر شرعی ہے بلکہ اس میں دھوکہ دہی، خیانت اور اپنے آپ کو ذلت میں مبتلا کرنے جیسے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے۔ یہ عمل کسی بھی صورت جائز نہیں، چاہے نیت کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو۔ وضو یا دیگر ضروریات کے لیے چوری کی بجلی استعمال کرنا ناجائز ہے۔ یہ رویہ اللہ کی نافرمانی ہے، خاص طور پر جب اسی اللہ کی عبادت کے لیے تیاری کی جا رہی ہو۔

جہاں تک ایسے پانی سے وضو کرنے کے بعد نماز کے ادا ہونے کا تعلق ہے، تو وضو اور نماز فرض تو ادا ہو جائیں گے، لیکن ان کی قبولیت مشکوک ہو سکتی ہے کیونکہ عبادت کی تیاری میں حلال وسائل کا اہتمام بنیادی شرط ہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ نماز کی تیاری اور دیگر امور میں حلال اور جائز ذرائع ہی استعمال کیے جائیں تاکہ اللہ کی بارگاہ میں مقبولیت کی امید ہو۔

ونٹر (WINTER) اور برانڈی (BRANDY) کا استعمال

سوال: بعض سرد علاقوں میں بعض مسلمان سردی سے اپنی فیملی کو بچانے کے لئے برانڈی (BRANDY) استعمال کرتے ہیں تاکہ

خود کو اور اپنے بچوں کو گرم رکھ سکیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ حلال ہے؟ کیا یہ حلال ہے یا حرام؟ عموماً برانڈی میں 35% تا 60% فیصد الکوحل شامل ہوتا ہے۔

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

برانڈی شرابِ خالص کی ایک قسم ہے اس کا استعمال قطعاً ناجائز ہے، سردی سے بچنے کے لیے اور ذرائع بھی ہیں ان کا استعمال کیا جائے۔

شرم کی وجہ سے غسل کی جگہ تیمم

سوال: میں غسل کے لیے تیمم کرتا تھا، کبھی موسم کے ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے اور کبھی اس وجہ سے کہ کہیں باقی ساتھی میرے اس مرض کا مذاق نہ اڑائیں، بار بار تیمم کرنے کے بارے میں بتادیں کہ کیا یہ جائز تھا؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر واقعتاً موسم ٹھنڈا ہو، اور باقاعدہ غسل کرنے میں شدید بیماری کا خوف ہو تو شرعاً غسل کے لیے تیمم کرنے کی گنجائش ہے، لیکن صورت مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شدید بیماری کا خوف زیادہ نہیں تھا، بلکہ لوگوں کے مذاق کے ڈر سے تیمم کیا گیا، اس لیے اس طرح تیمم کر کے جتنی نمازیں پڑھی گئی، ان سب کو لوٹانا ضروری ہوگا، صرف لوگوں سے شرم کی وجہ سے تیمم جائز نہیں ہوتا۔

چنانچہ در المختار میں علامہ محمد بن علی بن محمد الحِصنی المعروف علاء الدین حصکفی حنفی علیہ رحمۃ القوی المتوفی 1088ہجری فرماتے ہیں

(أو برد) يهلك الجنب أو يمرضه ولو في المصر إذا لم تكن له أجرة حمام ولا ما يدفئه

ترجمہ: "ٹھنڈ (یا سردی) جنبی کو ہلاک کر سکتی ہے یا بیمار کر سکتی ہے، چاہے وہ شہر میں ہو، اگر اس کے پاس نہ تو نہانے کے لیے پیسے ہوں اور نہ ہی اسے گرم کرنے والی کوئی چیز ہو۔"

(در المختار مع رد المحتار، ج 1 ص 252 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے

ويجوز التيمم إذا خاف الجنب إذا اغتسل بالماء أن يقتله البرد أو يمرضه

ترجمہ: اور جنبی کے لیے تیمم جائز ہے، جب اسے یہ اندیشہ ہو کہ اگر پانی سے غسل کرے گا تو سردی اسے ہلاک کر دے گی یا بیمار کر دے گی۔ (الفتاوی الہندیۃ المعروف فتاوی عالمگیری، ج 1 ص 372، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

سرد راتوں (COLD WINTER NIGHTS) میں فجر کے لئے تیمم کا شرعی حکم

سوال: السلام علیکم، مفتی صاحب! میری والدہ ساری نمازیں پڑھتی ہیں، لیکن ان سے سردیوں میں فجر اور عشاء کا وضو نہیں ہو پاتا، ٹھنڈ سے ان کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے، گرم پانی دیا جائے، تو بھی بہت سردی لگتی ہے، تو کیا ایسی صورت میں فجر اور عشاء میں وضو کے بجائے تیمم کر سکتی ہیں؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

واضح رہے کہ اگر گرم پانی یا وضو کرنے کے بعد جسم کو حرارت پہنچانے کے لیے گرم کپڑا یا کوئی اور سبب جیسے: ہیٹر(heater) وغیرہ دستیاب ہو، تو ایسی صورت میں سردی کی وجہ سے وضو کے بجائے تیمم کرنے کی اجازت نہیں ہے، البتہ اگر گرم پانی یا گرم کپڑا وغیرہ میسر ہونے کے باوجود پانی سے وضو کرنے والے کو اپنی جان کی ہلاکت یا کسی عضو کے تلف ہوجانے یا بیمار ہوجانے کا غالب گمان ہو، تو ایسا شخص تیمم کرسکتا ہے۔

چنانچہ در المختار میں علامہ محمد بن علی بن محمد الحِصنی المعروف علاء الدین حصکفی حنفی علیہ رحمۃ القوي المتوفی 1088ہجری فرماتے ہیں

(أو برد) يهلك الجنب أو يمرضه ولو في المصر إذا لم تكن له أجرة حمام ولا ما يدفئه، وما قيل إنه في زماننا يتحيل بالعدة فمما لم يأذن به الشرع، نعم إن كان له مال غائب يلزمه الشراء نسيئة وإلا لا (قوله يهلك الجنب أو يمرضه) قيد بالجنب؛ لأن المحدث لا يجوز له التيمم للبرد في الصحيح خلافا لبعض المشايخ كما في الخانية والخلاصة وغيرهما. وفي المصفى أنه بالإجماع على الأصح، قال في الفتح وكأنه لعدم تحقيق ذلك في الوضوء عادة. اه....

أقول: المختار في مسألة الخف هو المسح لا التيمم كما سيأتي في محله - إن شاء الله تعالى - نعم مفاد التعليل بعدم تحقيق الضرر في الوضوء عادة أنه لو تحقق جاز فيه أيضا اتفاقا، ولذا مشى عليه في الإمداد؛ لأن الحرج مدفوع بالنص، هو ظاهر إطلاق المتون

ترجمہ:(یا سردی) جو جنبی کو ہلاک کردے یا بیمار کردے، اگرچہ وہ شہر میں ہو، بشرطیکہ اس کے پاس حمام کی اجرت نہ ہو یا کوئی ایسی چیز نہ ہو جو اسے گرم رکھ سکے۔ اور جو کہا گیا ہے کہ ہمارے زمانے میں آدمی مختلف تدابیر اختیار کرے تو یہ شریعت کے دائرے میں نہیں آتا۔ ہاں، اگر اس کے پاس کوئی غائب مال ہو تو اسے ادھار پر خریدنا لازم ہوگا، ورنہ نہیں۔ (قولہ: یہلک الجنب أو یمرضہ) جنبی کی قید اس لیے ہے کہ حدث والے (بے وضو شخص) کو سردی کی وجہ سے تیمم کرنا صحیح قول کے مطابق جائز نہیں، برخلاف بعض مشائخ کے، جیسا کہ خانیہ، خلاصہ اور دیگر کتب میں ہے۔ مصفیٰ میں ذکر کیا گیا ہے کہ اصح قول کے مطابق اس پر اجماع ہے۔ فتح میں فرمایا کہ یہ شاید اس لیے ہے کہ وضو میں نقصان یا ضرر کا تحقق عموماً نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ موزے کے مسئلے میں مختار حکم مسح ہے، تیمم نہیں، جیسا کہ اپنے محل میں آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ہاں، اس بات کی دلیل کہ وضو

میں عموماً ضرر کا تحقق نہیں ہوتا، اس سے مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اگر ضرر کا تحقق ہو جائے تو اس میں بھی اتفاقاً تیمم جائز ہوگا۔ اسی لیے امداد میں اس پر عمل کیا گیا، کیونکہ حرج کو نصوص سے دفع کیا گیا ہے، اور یہی متون کے ظاہر اطلاقات سے واضح ہوتا ہے۔

(در المختار مع رد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، ج 1 ص 234 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور الفتاوی الھندیۃ میں ہے

وإذا خاف المحدث إن توضأ أن يقتله البرد أو يمرضه يتيمم. هكذا في الكافي واختاره في الأسرار لكن الأصح عدم جوازه إجماعا كذا في النهر الفائق والصحيح أنه لا يباح له التيمم. كذا في الخلاصة وفتاوى قاضي خان

ترجمہ: اور اگر حدث والے (یعنی بے وضو شخص) کو یہ اندیشہ ہو کہ وضو کرنے سے سردی اسے ہلاک کر دے گی یا بیمار کر دے گی، تو وہ تیمم کرے۔ یہی بات کافی میں ہے اور اسرار میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے، لیکن اصح بات یہ ہے کہ اجماعاً ایسا کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح نہر الفائق میں ہے، اور صحیح یہ ہے کہ اس کے لیے تیمم کی اجازت نہیں۔ یہی بات خلاصہ اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ المعروف فتاوی عالمگیری، ج 1 ص 28، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

پھٹی ایڑیوں (CRACKED HEELS) اور وضو کا حکم

سوال: سردیوں میں بعض اوقات ایڑیاں پھٹ جاتی ہیں۔ کبھی تو کم ہوتی ہیں اور کبھی بہت زیادہ پھٹ جاتی ہیں، تو اس صورت میں وضو کا کیا حکم ہے؟ نیز کیا اس پھٹن کے اندر بھی پانی پہنچانا ضروری ہوتا ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر کسی شخص کی ایڑیاں پھٹ جائیں، تو وضو اور غسل کے معاملہ میں اس کے لیے حکم یہ ہے کہ اگر وہاں سے انہیں دھونا ممکن ہو، تو دھوئے جیسا کہ عموماً سردیوں میں ایڑیوں کا پھٹنا اتنا ہی ہوتا ہے، گہرے زخموں کی صورت کم ہی ہوتی ہے، لیکن اگر ایسا زخم ہو کہ اس کی وجہ سے دھونا، ممکن نہ ہو، تو ان کے اوپر مسح کرے اور مسح بھی ممکن نہ ہو، تو دھونا معاف ہے، البتہ دھونے کی صورت میں شگافوں کے اندر پانی پہنچانا ضروری نہیں، کیونکہ وہ بدن کا ظاہری حصہ نہیں۔

در مختار میں ہے: ”فی اعضائہ شقاق غسلہ ان قدر والا مسحہ والا ترکہ “ترجمہ: کسی کے اعضاء میں شگاف ہوں، اگر وہ انہیں دھونے پر قادر ہو، تو دھوئے اور دھونے پر قادر نہ ہو، تو مسح کر لے اور مسح پر بھی قادر نہ ہو، تو مسح بھی چھوڑ دے۔

(در مختار مع رد المحتار، کتاب الطھارۃ، ارکان الوضوء، ج1، ص228تا229، مطبوعہ پشاور)

اس کے تحت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”ولا یجب ایصال الماء داخلہ ان کان لہ غرر،لانہ لیس من ظاھر البدن“ اگر شگاف ہوں، تو ان کے اندر پانی پہنچانا ضروری نہیں، کیونکہ وہ بدن کا ظاہری حصہ نہیں۔

(جد الممتار، ج1، ص331، مطبوعہ، مکتبۃ المدینہ)

بے وضو شخص کا گلَوز (GLOVES) پہن کر قرآن پاک چھونا

سوال: سردی کی وجہ سے ہاتھ میں دستانہ پہنا ہوا ہو، تو بے وضو ہونے کی صورت میں اسی دستانے سے قرآن پاک کو چھو سکتے ہیں؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بے وضو یا بے غسلے شخص کا جس طرح بلا حائل قرآن پاک کو چھونا، جائز نہیں، اسی طرح کسی ایسی چیز کے ذریعے چھونا بھی ناجائز وحرام ہے جو اس کے اپنے تابع ہو یا قرآن کے تابع ہو، اور پہنے ہوئے دستانے بھی چونکہ انسان کے اپنے تابع ہوتے ہیں، لہذا پوچھی گئی صورت میں بے وضو شخص کا پہنے ہوئے دستانے سے قرآن پاک کو چھونا شرعاً جائز نہیں۔

اللہ تعالی قرآن میں ارشادفرماتا ہے:(اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌۙ(۷۷) فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍۙ(۷۸) لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ)ترجمہ:"بے شک یہ عزت والا قرآن ہے، محفوظ نوشتہ میں، اسے نہ چھوئیں مگر باوضو۔"(پارہ 27، سورۃ الواقعہ، آیت 77،78،79)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ومنھا حرمۃ مس المصحف لا یجوز لھما و للجنب والمحدث مس المصحف الا بغلاف متجاف عنہ کالخریطۃ والجلد الغیر المشرز لا بما ھو متصل بہ ھو الصحیح ھکذا فی الھدایۃ، وعلیہ الفتویٰ کذا فی الجوھرۃ النیرۃ۔۔ولا یجوز لھم مس المصحف بالثیاب التی ھم لابسوھا"

یعنی جو کام حیض و نفاس والی پر حرام ہیں، ان میں قرآن پاک کو چھونے کی حرمت بھی ہے کہ حیض و نفاس والی کے لیے، جنبی اور بے وضو شخص کے لیے قرآن پاک کو چھونا، جائز نہیں، مگر ایسے غلاف کے ساتھ چھونا، جائز ہے جو اس سے الگ ہو، جیسے: جزدان اور ایسی جِلد جو مصحف سے جدا ہو۔ البتہ اس غلاف کے ساتھ چھونا، جائز نہیں جو مصحف کے ساتھ جڑا ہوتا ہے، یہی صحیح ہے، ایسا ہی ہدایہ میں ہے، اسی پر فتویٰ ہے، اسی طرح جوہرہ نیرہ میں ہے۔۔۔اور حدث والوں کے لیے پہنے ہوئے کپڑوں سے بھی قرآن پاک کو چھونا، جائز نہیں۔(ملتقطاً از فتاوٰی عالمگیری، کتاب الطھارۃ، ج 01، ص 38،39، مطبوعہ پشاور)

فتح القدیر میں ہے:"لا یجوز للجنب و الحائض ان یمسا المصحف بکمھما او ببعض ثیابھما لان الثیاب بمنزلۃ یدیھما"یعنی جنبی اور حائضہ کے لیے قرآن شریف کو آستین سے چھونا یا پہنے ہوئے کپڑوں سے چھونا، جائز نہیں، کیونکہ پہنے ہوئے کپڑے ہاتھ سے پکڑنے کے حکم میں ہیں۔(فتح القدیر، باب الحیض و الاستحاضۃ، ج 01، ص 149، مطبوعہ کوئٹہ)

پہنے ہوئے کپڑوں سے قرآن پاک کو چھونا، جائز نہیں، جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:" اقول لکنی رایت فی التبیین قال بعد قولہ منع الحدث مس القران ومنع من القرأۃ والمس الجنابۃ والنفاس کالحیض مانصہ ولا یجوز لھم مس المصحف بالثیاب التی یلبسونھا لانھا بمنزلۃ البدن ولھذا لوحلف لایجلس علی الارض فجلس علیھا وثیابہ حائلۃ بینہ وبینھا وھو لابسھا یحنث ولوقام فی الصلاۃ علی النجاسۃ وفی رجلیہ نعلان اوجوربان لاتصح صلاتہ بخلاف المنفصل عنہ"ترجمہ: میں کہتا ہوں میں نے تبیین میں دیکھا کہ انہوں نے حدث کی بنا پر قرآن کریم کو چھونے اور جنابت و نفاس میں حیض کی طرح، قرآن کریم کو پڑھنے اور چھونے سے منع فرمایا، ان کے الفاظ یہ ہیں: ان لوگوں کو پہنے ہوئے کپڑوں کے ساتھ مصحف شریف کو چھونا، جائز نہیں، کیونکہ یہ کپڑے بدن کے حکم میں ہیں، اسی وجہ سے اگر کسی نے قسم کھائی کہ زمین پر نہیں بیٹھوں گا، پر پھر لباس پہنے ہوئے زمین پر بیٹھ گیا، تو قسم ٹوٹ جائے گی اور نجاست پر نماز پڑھی، اس حال میں کہ جوتوں یا جرابوں کو پہنا ہو، تو نماز نہیں ہو گی، برخلاف اس کے کہ یہ چیزیں جدا ہوں۔(فتاوی رضویہ، ج 02، ص 96، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

بہارِ شریعت میں ہے:"بے وضو کو قرآن مجید یا اس کی کسی آیت کا چھونا حرام ہے۔ بے چھوئے زبانی یا دیکھ کر پڑھے، تو کوئی حرج نہیں۔۔۔(البتہ) اگر قرآنِ عظیم جزدان میں ہو، تو جزدان پر ہاتھ لگانے میں حرج نہیں، یوہیں رومال وغیرہ کسی ایسے کپڑے سے پکڑنا جو نہ اپنا تابع ہو، نہ قرآنِ مجید کا تو جائز ہے، کرتے کی آستین، دوپٹے کی آنچل سے یہاں تک کہ چادر کا ایک کونا اس کے مونڈھے (کندھے) پر ہے، دوسرے کونے سے چھونا حرام ہے کہ یہ سب اس کے تابع ہیں، جیسے چولی قرآنِ مجید کے تابع تھی۔ ملتقطاً "(بہارِ شریعت، ج 01، ص 326، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سردی کے موسم میں فیس اور آرمز (FACE & ARMS) وغیرہ ڈرائی (DRY) کرنا

سوال: کیا وضو کے دوران سر پر مسح کرنے کے بعد اور پاؤں دھونے سے پہلے، خصوصا سردی کے موسم میں کیا ہم فیس اور آرمز (Face & Arms) وغیرہ خشک کرسکتے ہیں؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

واضح رہے کہ اعضائے وضو کو پے در پے دھونا سنت ہے، اور پے در پے دھونے کا مطلب یہ ہے کہ وضو کرنے والا وضو کے افعال کے درمیان کسی ایسے فعل میں مشغول نہ ہو، جو وضو سے متعلق نہ ہو، یعنی اعضاء دھونے میں اتنی تاخیر نہ کرے کہ معتدل ہوا میں دوسرا عضو دھونے سے قبل پہلے عضو کی تری خشک جائے، اس لیے دوران وضو بلاعذر اعضاء خشک کرنا خلافِ سنت ہے، تاہم وضو ہوجائے گا۔ لہذا صورت مسئولہ میں اگر سردی ناقابل برداشت ہو یا کوئی اور عذر ہو تو دوران وضو اعضاء خشک کرنے کی گنجائش ہے۔چنانچہ البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المتوفی 970 ہجری المعروف ابن نجیم مصری علیہ رحمۃ القوي فرماتے ہیں

(قوله: والولاء) بكسر الواو، وهو التتابع في الأفعال من غير أن يتخللها جفاف عضو مع اعتدال الهواء كذا في تقرير الأكمل وغيره وفي السراج مع اعتدال الهواء والبدن بغير عذر، وأما إذا كان لعذر بأن فرغ ماء الوضوء أو انقلب الإناء فذهب لطلب الماء وما أشبهه فلا بأس بالتفريق على الصحيح وكذا إذا فرق في الغسل والتيمم.اهـ

وظاهر الأول أن العضو الأول إذا جف بعدما غسل الثاني، فإنه ليس بولاء وذكر الزيلعي وغيره أن الولاء غسل العضو الثاني قبل جفاف الأول، وهو يقتضي أنه ولاء، وهو الأولى وفي المعراج عن الحلواني تجفيف الأعضاء قبل غسل القدمين بالمنديل لا يفعل؛ لأن فيه ترك

الولاء ولا بأس بأن يمسح بالمنديل

ترجمہ:(قولہ: والولاء) "ولاء" واو کے کسر کے ساتھ ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اعضاء کو مسلسل دھونا بغیر اس کے کہ

درمیان میں کسی عضو کے خشک ہونے کا وقفہ آجائے، جبکہ ہوا اور جسم دونوں اعتدال میں ہوں، جیسا کہ "تقریرات الأکمل" وغیرہ میں بیان ہوا ہے۔ اور "السراج" میں مذکور ہے کہ اعتدالِ ہوا اور اعتدالِ بدن کے ساتھ بغیر کسی عذر کے۔ لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے وقفہ ہو جائے، جیسے وضو کا پانی ختم ہو جائے یا برتن الٹ جائے اور وہ پانی تلاش کرنے کے لیے گیا ہو یا اس جیسی کوئی اور صورت ہو، تو صحیح قول کے مطابق وقفہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر غسل یا تیمم میں بھی وقفہ ہو جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

پہلے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر پہلے عضو کے خشک ہونے کے بعد دوسرا عضو دھویا جائے، تو یہ ولاء نہیں ہوگا۔ لیکن زیلعی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ ولاء یہ ہے کہ دوسرے عضو کو پہلے کے خشک ہونے سے پہلے دھو لیا جائے، اور یہی ولاء ہے جو زیادہ بہتر ہے۔ "المعراج" میں حلوانی کے حوالے سے ذکر ہے کہ وضو کے دوران پاؤں دھونے سے پہلے اعضاء کو رومال سے خشک کرنا درست نہیں، کیونکہ اس میں ولاء کا ترک پایا جاتا ہے۔ البتہ اگر رومال سے ہلکا سا پونچھ لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق ، ج 1 ص 28 مطبوعہ دار الکتب الاسلامی)

اور مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر میں ہے

والولاء بكسر الواو والمد بمعنى التتابع وحده المعتبر هو أن لا يشتغل المتوضئ بين أفعال الوضوء بعمل ليس منه وهو ليس بشرط عندنا خلافا لمالك رحمه الله له أنه عليه الصلاة والسلام واظب عليه ورد بأن المواظبة ليست دليل الفرض

ترجمہ: والولاء بکسر واو اور مد کے ساتھ، اس کا مطلب ہے "تتابع" (مسلسل ہونا)۔ اس کی وہ حد معتبر ہے کہ وضو کرنے والا اپنے وضو کے افعال کے درمیان کسی ایسے کام میں مشغول نہ ہو جو وضو کا حصہ نہ ہو۔ یہ (ولاء) ہمارے نزدیک شرط نہیں ہے، برخلاف امام مالک رحمہ اللہ کے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس پر مداومت فرمائی

(ہمیشہ عمل کیا)، لیکن اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ مداومت (ہمیشگی) فرضیت کی دلیل نہیں بنتی۔

(مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر ج 1 ص 29، مطبوعہ دار احیاء التراث العربي، بیروت)

برف (SNOW) سے تیمم کرنے کا حکم

سوال: مجھے ایک پہاڑی علاقے کا سفر درپیش ہے، جہاں ہر طرف برف کی چادر چھائی ہوئی ہے اور وضو کے لئے پانی ملتا ہے اور نہ تیمم کے لئے مٹی۔ کیا میں ایسی صورت میں تیمم کے لئے برف پر مسح کر سکتا ہوں؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پانی سے وضو کرنا حقیقی طہارت ہے اور مٹی سے تیمم کرنے کو حکمی طہارت کہتے ہیں۔ تیمم دو صورتوں میں کرنا جائز ہے:

ایسے مریض کے لیے جو پانی استعمال کرے تو اس کا مرض بڑھنے کا یا فالج وغیرہ کا خطرہ ہو۔

ایسے شخص کے لئے جسے ایک میل کے فاصلے تک کہیں بھی پانی دستیاب نہ ہو۔

آپ حتی الامکان کوشش کریں کہ وضو کے لئے پانی ساتھ لے جائیں۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو یا شدید سردی کی وجہ سے پانی کے برف بن جانے کا مسئلہ درپیش ہو تو فقہاء کا کہنا ہے کہ ایسے علاقے میں جاتے وقت لکڑی، لوہے یا کسی اور چیز کا تختہ ساتھ لے جائیں اور اس کے اوپر مٹی کا پلستر (plaster) کر لیں۔ اس تختے کے اوپر تیمم کیا جا سکتا ہے۔

جو چیزیں زمین کی جنس سے نہیں ان پر براہ راست تیمم جائز نہیں، اس لئے ان پر گرد و غبار ہونے یا مٹی کا پلستر کئے ہونے کی صورت میں ان پر تیمم کرنا جائز ہوتا ہے جبکہ برف سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

سردی میں پیشاب کے بعد گاڑھا سیال مادہ کا نکلنا اور غسل کا حکم

سوال:پیشاب کے بعد منی کی طرح گاڑھا سیال (thick liquid) نکلتا ہے، تو کیا ہر مرتبہ غسل کرنا پڑے گا؟ اس مسئلہ کی وجہ سے میں اس سردی میں نماز نہیں پڑھ سکتا ہوں کیوں کہ میں ہر وقت غسل نہیں کر سکتا؟ براہ کرم، میری رہنمائی فرمائیں۔

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پیشاب کے بعد بغیر شہوت کے سیال مادہ نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا، پاکی حاصل کرلینا اور وضو کرلینا کافی ہے، اس کے بعد نماز اداء کرلیا کریں، اگر اس کی وجہ سے بوجہ ناواقفیت نمازیں چھوڑدی ہوں تو ان کی قضاء بھی واجب ہے۔

سردی میں موزوں (LEATHER SOCKS) پر مسح کا شرعی حکم

سوال: مسح کیا ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسح لغوی طور پر کسی چیز پر ہاتھ پھیرنے کو کہتے ہیں، اور شریعت میں اس کا مطلب ہے کہ تر ہاتھ سے کسی عضو یا موزے پر پھیرنا۔ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور یہ شریعتِ محمدی صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ایک رخصت ہے، جو نماز کی آسانی کے لیے دی گئی ہے۔

موزوں پر مسح کا طریقہ (METHOD)

سوال: موزوں پر مسح کا درست طریقہ کیا ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دائیں پاؤں(Right foot) کا مسح دائیں ہاتھ کی تین انگلیوں سے اور بائیں پاؤں(Left foot) کا مسح بائیں ہاتھ کی تین انگلیوں سے کیا جائے۔ انگلیوں کو پاؤں کی پشت سے شروع کرکے پنڈلی تک کھینچا جائے، مسح کرتے وقت انگلیوں کا تر ہونا ضروری ہے۔

موزوں پر مسح کی شرائط (CONDITIONS)

سوال: موزوں پر مسح کے لیے کیا شرائط ہیں؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

موزوں پر مسح کے لیے درج ذیل شرائط ہیں:

1- موزے چمڑے کے ہوں یا کم از کم تلا چمڑے کا ہو۔

2- موزے ٹخنوں کو ڈھانپتے ہوں۔

3- اتنے مضبوط ہوں کہ ان کو پہن کر آسانی سے چلا جا سکے۔

4- وضو کرکے پہنے گئے ہوں۔

5-پہنتے وقت یا اس سے پہلے جنابت نہ ہو۔

6-مدتِ مسح (مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات، مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں) کے اندر ہوں۔

7-موزہ تین انگلیوں کے برابر نہ پھٹا ہو۔

موزوں پر مسح انویلیڈ (INVALID) کرنے والی چیزیں

سوال: کن چیزوں سے مسح ٹوٹ جاتا ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسح درج ذیل صورتوں میں ٹوٹ جاتا ہے:

1-وہ تمام چیزیں جن سے وضو ٹوٹتا ہے۔

2- مسح کی مدت پوری ہو جائے۔

3-ایک موزہ اتار دیا جائے۔

4-موزے کے اندر پانی داخل ہو جائے اور نصف یا زیادہ پاؤں دھل جائے۔

موزوں پر مسح کی ڈیوریشن (DURATION)

سوال: موزوں پر مسح کی مدت کتنی ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

موزوں پر مسح کی مدت مقیم شخص (جو مسافر نہ ہو) کے لیے ایک دن اور ایک رات ہے جبکہ مسافر کے لیے مدت تین دن اور تین راتیں ہے۔ چنانچہ حضرت شریح بن ہانی روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر موزوں پر مسح کرنے کی مدت پوچھی تو آپ نے فرمایا: حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کرو کیونکہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اکثر سفر میں رہا کرتے تھے۔ اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''جعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ ایام ولیالھن للمسافر ویوماً ولیلۃ للمقیم'' ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات (موزوں پر مسح کرنے) کی مدت مقرر فرمائی۔

(الصحیح لمسلم، کتاب الطھارۃ، باب التوقیت فی المسح علی الخفین، جلد 1، صفحہ 135، مطبوعہ کراچی)

سنن ابن ماجہ میں ہے: ''انہ رخص للمسافر اذا توضا ولبس خفیہ، ثم احدث وضوءا، ان یمسح ثلاثۃ ایام ولیالیھن، وللمقیم یوماً ولیلۃً''

''ترجمہ: نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مسافر کو یہ رخصت دی کہ جب وہ وضو کر کے موزے پہنے، پھر حدث (اصغر) لاحق ہو، تو وہ تین دن اور تین راتیں مسح کرے اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات کی اجازت دی۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ وسننھا، جلد 1، صفحہ 184، دار احیاء الکتب العربیہ)

اور مدتِ مسح کی ابتدا (دیگر شرائط کی موجودگی میں) موزے پہننے کے بعد پہلی مرتبہ وضو ٹوٹنے کے وقت سے ہوگی، مثلاً: کسی نے صبح کے وقت طہارت حاصل کرکے موزے پہنے اور ظہر کے کسی وقت مثلاً: تین بجے وضو ٹوٹا، تو مقیم شخص دوسرے دن کی ظہر کے اسی وقت یعنی تین بجے تک اور شرعی مسافر چوتھے دن کی ظہر کے اسی وقت تک کر سکتا ہے چنانچہ المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی میں علامہ ابو المعالی برھان الدین محمود بن احمد بن عبد العزیز بن عمر بن مازہ البخاری الحنفی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی: 616 ہجری) فرماتے ہیں:

” قال علماؤنا رحمة الله عليهم: يمسح المقيم يوماً وليلة، والمسافر ثلاثة ايام ولياليها،۔۔ وابتداءالمدة يعتبر من وقت الحدث عند علمائنا، حتى ان من توضا فى وقت الفجر وهو مقيم وصلى الفجر، ثم طلعت الشمس، فلبس الخفين، ثم زالت الشمس وصلى الظهر، ثم احدث، ثم دخل وقت العصر، فتوضا ومسح على الخفين فقدرنا مدة المسح باقية الى الغد الى الساعة التى احدث فيها اليوم“

ترجمہ: علمائے احناف فرماتے ہیں: مقیم ایک دن، ایک رات تک موزوں پہ مسح کر سکتا ہے اور مسافر تین دن اور تین راتوں تک،۔۔ علمائے احناف کے نزدیک مدتِ مسح کی ابتدا حدث (اصغر) لاحق ہونے کے وقت سے ہوگی، حتی کہ اگر کسی مقیم شخص نے فجر کے وقت میں وضو کرکے نماز پڑھی، پھر سورج طلوع ہوا تو اس نے موزے پہن لیے، پھر وقتِ زوال ظہر ادا کی، پھر وضو ٹوٹ گیا، اب عصر کے وقت وضو کرکے موزوں پر مسح کیا، تو اب مدتِ مسح اگلے دن کے اسی وقت تک باقی رہے گی، جس وقت آج وضو ٹوٹا تھا۔ (محیط برھانی، کتاب الطھارات، جلد1، صفحہ196، مطبوعہ کوئٹہ)

صَدرُ الشَّریعہ،بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃُ اللہِ القوی بہار شریعت میں لکھتے ہیں: ”موزہ پہننے کے بعد پہلی مرتبہ جو حدث ہوا، اس وقت سے اس کا شمار ہے، مثلاً: صبح کے وقت موزہ پہنا اور ظہر کے وقت پہلی بار حدث ہوا، تو مقیم دوسرے دن کی ظہر تک مسح کرے اور مسافر چوتھے دن کی ظہر تک۔“(بہار شریعت، حصہ 2، صفحہ 365، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مقیم مسافر ہو گیا تو اس کی مدتِ مسح (DURATION)

سوال: اگر کسی مقیم نے وضو کر کے موزے پہن لیے، لیکن شرعی سفر پہ چلا گیا، تو اب اس کی مدت مسح کیا ہو گی؟ ایک دن اور ایک رات یا تین دن اور تین راتیں؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مقیم شخص نے طہارت حاصل کر کے موزے پہن لیے اور مدتِ مسح کے دوران شرعی مسافر ہو گیا، تو اس کے حق میں مدتِ مسح مسافر والی ہو جائے گی، یعنی اب وہ شخص ابتدائے حدث سے لے کر تین دن، تین راتوں تک موزوں پر مسح کر سکتا ہے اور اس کے برعکس اگر کوئی شرعی مسافر شخص مقیم ہو گیا، تو اب اس کے حق میں مدتِ مسح مقیم والی ہو جائے گی، لہٰذا اگر مقیم والی مدت (ایک دن ایک رات) پوری ہو چکی ہے، تو مقیم ہوتے ہی اس کا مسح جاتا رہا، اب نماز وغیرہ ادا کرنے کے لیے موزے اتار کر پاؤں دھونے ہوں گے، البتہ اگر ایک دن رات (ابتدائے حدث سے لے کر اب تک چوبیس گھنٹے) نہیں گزرے تھے، تو اس میں جتنا وقت باقی ہے، موزوں پر مسح کر سکتا ہے۔بہار شریعت میں ہے: ''مقیم کو ایک دن رات پورا نہ ہوا تھا کہ سفر کیا، تو اب ابتدائے حدث سے تین دن، تین راتوں تک مسح کر سکتا ہے اور مسافر نے اقامت کی نیت کر لی، تو اگر ایک دن رات پورا کر چکا ہے، مسح جاتا رہا اور پاؤں دھونا فرض ہو گیا اور نماز میں تھا تو نماز جاتی رہی اور اگر چوبیس گھنٹے پورے نہ ہوئے، تو جتنا باقی ہے، پورا کر لے۔'' (بہار شریعت، حصہ 2، صفحہ 365، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

یاد رہے ! موزوں پر مسح کی مدت حدثِ صغر لاحق ہونے (یعنی وضو ٹوٹنے) سے شروع ہوگی، ورنہ اگر حدثِ اکبر لاحق (یعنی غسل لازم) ہوا، تو موزوں پر مسح کافی نہیں ہوگا، بلکہ انہیں اتار کر پاؤں ہی دھونے ہوں گے۔چنانچہ بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع میں علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی الحنفی علیہ رحمۃ اللہ القوي (المتوفی 587 ھجری) لکھتے ہیں :

’’ ومنها: ان يكون الحدث خفيفا، فان كان غليظا، وهو الجنابة، فلا يجوز فيها المسح‘‘

ترجمہ: موزوں پر مسح درست ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ حدثِ خفیف لاحق ہوا ہو (یعنی وضو ٹوٹا ہو)، پس اگر حدث غلیظ (یعنی غسل لازم ہوا) ہو، تو موزوں پر مسح کافی نہیں ہوگا۔‘‘

(بدائع الصنائع، کتاب الطھارۃ،بیان مدۃ المسح، جلد 1، صفحہ 82، مطبوعہ کوئٹہ)

واٹر پروف جرابیں (WATER PROOF SOCKS)پر مسح کا حکم

سوال:آج کل بازار میں ایسی واٹر پروف جرابیں (Water proof socks)دستیاب ہیں جو عام جرابوں کی طرح ہوتی ہیں، مگر چمڑے کی نہیں ہوتیں۔یہ جرابیں موٹی اور مضبوط ہوتی ہیں، ان میں پانی داخل نہیں ہوتا اور انہیں پہن کر بغیر جوتے کے کئی میل سفر کرنا ممکن ہے۔کیا ایسی جرابوں پر مسح کرنا شرعاً جائز ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بر صدقِ سائل، اگر واقعتا اتنی موٹی اور مضبوط ہیں کہ بغیر چپل یا شُوز (Shoes)پہنے فقط ان کو پہن کر مسلسل (تین میل یا زیادہ)چلنا ممکن ہے اور اس چیز کا تجربہ یا غالب ظن ہے کہ اتنا سفر کرنے سے یہ پھٹیں گی نہیں ، تو پھر مفتی بہ قول کے مطابق

ایسی جرابوں پر مسح جائز ہے۔ چنانچہ در المختار میں علامہ محمد بن علی بن محمد الحِصنی المعروف علاء الدین حصکفی حنفی علیہ رحمۃ القوي المتوفی 1088ہجری فرماتے ہیں

”أو جوربيه الثخينين بحيث يمشي فرسخا ويثبت على الساق ولا يرى ما تحته ولا يشف ملتقطا “

ترجمہ: یا اتنی موٹی جرابوں پر مسح کرے کہ جن کو پہن کر ایک فرسخ (یعنی تین میل) چلا جا سکے اور وہ پنڈلی پر ٹھہرجائیں اور ان کے نیچے جسم دکھائی نہ دے اور وہ باریک نہ ہوں۔(درمختار، باب مسح الخفین، جلد1، صفحہ 269، دار الفکر، بیروت)

ردالمحتار علی الدر المختار میں علامہ ابن عابدین محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی المتوفی 1252ھجری

المعروف علامہ شامی علیہ رحمۃالسامی لکھتے ہیں: ” تقدم أن الفرسخ ثلاثة أميال “ترجمہ: یہ پہلے گزر چکا ہے کہ فرسخ تین میل کا ہے۔ (درمختار و رد المحتار، باب مسح الخفین، جلد1، صفحہ 263، دار الفکر، بیروت)

اسی میں ہے: ”عن الخانية أن كل ما كان في معنى الخف في إدمان المشي عليه وقطع السفر به ولو من لبد رومي يجوز المسح عليه“ترجمہ: خانیہ کے حوالے سے ہے کہ ہر وہ چیز جو موزے کے معنی میں ہے اس اعتبار سے کہ اسے پہن کر مسلسل چلا جا سکتا ہے اور سفر طے کیا جا سکتا ہے، اگرچہ وہ رومی اُون کا بنا ہو، اس پر مسح کرنا، جائز ہے۔(رد المحتار، باب مسح الخفین، جلد1، صفحہ 269، دار الفکر، بیروت)

اسی میں ایک مقام پر ہے:

” المتبادر من كلامهم أن المراد من صلوحه لقطع المسافة أن يصلح لذلك بنفسه من غير لبس المداس فوقه فإنه قد يرق أسفله ويمشي به فوق المداس أياما وهو بحيث لو مشى به وحده فرسخا تخرق قدر المانع، فعلى الشخص أن يتفقده ويعمل به بغلبة ظنه“

ترجمہ: علماء کے کلام سے متبادر یہ ہے کہ قطع مسافت کی صلاحیت رکھنے سے مراد یہ ہے کہ یہ جرابیں فی نفسہ ایسی صلاحیت رکھتی ہوں کہ ان کے اوپر جوتا پہنے بغیر اتنا سفر کیا جا سکتا ہو، کیونکہ کبھی جرابوں کا نچلا حصہ باریک ہوتا ہے، لیکن ان پر جوتا پہن کر کئی دن چلنا ممکن ہوتا ہے حالانکہ اگر ایسی جرابوں کو تنہا پہن کر ایک فرسخ تک چلا جائے، تو قدر مانع حد تک یہ پھٹ جائیں گی، لہذا ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اچھی طرح دیکھ لے اور اپنے غلبہ ظن کے مطابق عمل کرے۔(رد المحتار، باب مسح الخفین، جلد1، صفحہ 264، دار الفکر، بیروت)

امام اہلسنت سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لکھتے ہیں: ”سُوتی یا اُونی موزے جیسے ہمارے بلاد میں رائج (ہیں) ان پر مسح کسی کے نزدیک درست نہیں کہ نہ وہ مجلد ہیں، یعنی ٹخنوں تک چمڑا منڈھے ہوئے، نہ منعل یعنی تلا چمڑے کا لگا ہوا، نہ ثخین یعنی ایسے دبیز و محکم کہ تنہا اُنہیں کو پہن کر قطع مسافت کریں، تو شق نہ ہوجائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رُکے رہیں ڈھلک نہ آئیں اور اُن پر پانی پڑے تو روک لیں فوراً پاؤں کی طرف چھن نہ جائے جو پائتابے ان تینوں وصف مجلد منعل ثخین سے خالی ہوں اُن پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے، ہاں اگر اُن پر چمڑا منڈھ لیں یا چمڑے کا تلا لگا لیں، تو بالاتفاق یا شاید کہیں اُس طرح کے دبیز بنائے جائیں، تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہوگا اور اسی پر فتوی ہے۔في المنية والغنية: (المسح على الجوارب لايجوز عند ابى حنيفة الا ان يكونا مجلدين) اى استوعب الجلد مايستر القدم الى الكعب (اومنعلين) اى جعل الجلد على ما يلى الارض منهما خاصة كالنعل للرجل (وقالايجوز اذاكانا ثخينين لايشفان) فان الجورب اذاكان بحيث لايجاوز الماء منه الى القدم فهو بمنزلة الاديم والصرم فى عدم جذب الماء الى نفسه الابعد لبث اودلک بخلاف الرقيق فانه يجذب الماء وينفذه الى الرجل فى الحال“(ترجمہ: منیہ اور غنیہ میں ہے (امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جرابوں پر مسح جائز نہیں، مگر یہ کہ چمڑے کی ہوں) یعنی چمڑا اس تمام جگہ پر چڑھا ہو جو قدم کو ٹخنوں تک ڈھانپتی ہے (یا منعل ہوں) یعنی جرابوں کا جو حصّہ زمین سے ملتا ہے صرف اس پر چمڑا چڑھا ہو، جیسے پاؤں کی جُوتی ہوتی ہے (اور صاحبین نے فرمایا مسح ان جرابوں پر بھی جائز ہے جو ثخین (موٹی) ہوں اور پتلی

نہ ہوں کہ اندر سے دکھائی دے کیونکہ اگر جراب اس طرح کی ہوگی، تو پانی قدم تک تجاوز نہ کرے گا، لہذا یہ چمڑے اور کھال کی طرح ہوجائے گی اس اعتبار سے کہ یہ بھی اپنے اندر پانی جذب نہیں کرے گی ،مگر کچھ دیر ٹھہرنے یا رگڑنے سے پانی جذب کرے، تو کوئی حرج نہیں بخلاف پتلی جراب کے، کہ وہ پانیکو جذب کرکے فوراً پاؤں تک پہنچاتی ہے۔)

(وعلیہ) ای علی قول ابی یوسف ومحمد (الفتوی والثخین ان یستمسک علی الساق من غیر ان یشد بشیئ) ھکذا فسروہکلھم وینبغی ان یقید بما اذا لم یکن ضیقا فانا نشاھد مایکون فیہ ضیق یستمسک علی الساق من غیرشد والحدبعدم جذب الماء اقرب وبمایمکن فیہ متابعۃ المشی اصوب“

(ترجمہ: یعنی امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر (فتویٰ ہے، اور ثخین وہ ہے کہ کسی چیز سے باندھے بغیرپنڈلی پر ٹھہر جائے) تمام فقہا نے اس کی یونہی وضاحت کی ہے، لیکن مناسب ہے کہ اس کے ساتھ تنگ نہ ہونے کی قید لگائی جائے، کیونکہ ہمارے مشاہدے میں ہے کہ جو جراب تنگ ہو وہ باندھے بغیر بھی پنڈلی پر ٹھہر جاتی ہے اور اس موزے کی تعریف یوں کرنا کہ وہ پانی کو جذب نہ کرے یہ اقرب ہے اور ان الفاظ سے تعریف کرنا کہ ان کے ساتھ لگاتار چلنا ممکن ہو، زیادہ درست ہے۔)

وقدذکر نجم الدین الزاھدی عن شمس الائمۃ الحلوانی ان الجوارب من الغزل والشعر ماکان رقیقا منھا لایجوز المسح علیہ اتفاقا الاان یکون مجلدا اومنعلا وماکان ثخینا منھا فان لم یکن مجلدا اومنعلا فمختلف فیہ وماکان فلاخلاف فیہ اھ“ملتقطا

ترجمہ: نجم الدین زاہدی نے شمس الائمہ حلوانی سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا کہ اُون اور بالوں سے بنی ہوئی جرابیںپتلی ہوں، تو بالاتفاق ان پر مسح جائز نہیں، جب تک وہ مجلّد یا منعل نہ ہوں اور اگر وہ (دبیز ہوں تو ان میں سے جو مجلّد اور منعل نہ ہوں ان پر مسح کرنے میں اختلاف ہے جبکہ مجلّد اور منعل میں کوئی اختلاف نہیں، انتہی انتخاباً۔“(فتاوی رضویہ، جلد04، صفحہ346و347، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

کتاب الصلاۃ

سردی اور گرمی میں نماز مغرب کا وقت

سوال: مغرب کی نماز کا وقت غروب آفتاب کے وقت کے بعد تقریبا کتنے منٹ تک رہتا ہے؟ سردی اور گرمی دونوں موسم کا بتائیں۔

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

غروب آفتاب کے بعد جانب مغرب میں کچھ دیر تک آسمان پر سرخی رہتی ہے، پھر کچھ دیر تک سفیدی رہتی ہے، مغرب کی نماز کا وقت سفیدی ختم ہونے پر ختم ہوجاتا ہے، ایشائی ممالک (Asian countries) میں مغرب کا وقت عامۃً ڈیڑھ گھنٹے سے کچھ کم رہتا ہے۔

ونٹر (WINTER) میں ظہر کا مستحب وقت

سوال: ونٹر (winter) میں ظہر کی نماز کس وقت پڑھنا سب سے افضل ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ظہر کی نماز سردیوں میں جلدی پڑھنا مستحب ہے جبکہ گرمی کے دنوں میں تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے۔

البتہ جس پر جماعت واجب ہو، اس کے لیے کسی بھی نماز کو مستحب وقت میں پڑھنے کے لیے جماعت کا ترک جائز نہیں، جیسا

کہ اب عام طورپر مساجد میں گرمی سردی دونوں میں ہی ظہر کی جماعت ایک ہی مخصوص وقت میں ہوا کرتی ہے، جیسے ہمارے یہاں سردی گرمی میں ظہر کی جماعت ڈیڑھ بجے ہوتی ہے (برطانیہ میں ونٹر کے دوران ظہر کا وقت بارہ بجے شروع ہو جاتا ہے اور دو بج کر دس منٹ پر فنش ہو جاتا ہے) تو ایسی صورت میں سردیوں میں بلا وجہ ظہر کو اول وقت سے پڑھنے کے لیے جماعت چھوڑنے کی اجازت ہرگز نہیں ہوگی کہ مستحب کی خاطر واجب کا ترک نہیں کیا جاسکتا۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:"ویستحب تاخیر الظھر فی الصیف و تعجیلہ فی الشتاء ھکذا فی الکافی ، سواء کان یصلی الظھر وحدہ أو بجماعۃ کذا فی شرح المجمع لابن ملک"ترجمہ:گرمیوں میں ظہر کو تاخیر سے اور سردیوں میں ظہر کو جلدی پڑھنا مستحب ہے، اسی طرح کافی میں ہے،چاہے کوئی تنہا ظہر پڑھے یا جماعت کے ساتھ ، اسی طرح ابن ملک کی شرح مجمع میں ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ،جلد1، کتاب الصلاۃ، صفحہ58، دار الکتب العلمیہ،بیروت)

صَدرُ الشَّریعہ،بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃُ اللہِ القوی بہار شریعت میں لکھتے ہیں :

"جاڑوں کی ظہر میں جلدی مستحب ہے، گرمی کے دنوں میں تاخیر مستحب ہے، خواہ تنہا پڑھے یا جماعت کے ساتھ، ہاں گرمیوں میں ظہر کی جماعت اوّل وقت میں ہوتی ہو، تو مستحب وقت کے لیے جماعت کا ترک جائز نہیں ، موسم ربیع (spring season)جاڑوں کے حکم میں ہے اور خریف (autumn) گرمیوں کے حکم میں ہے۔"(بھارِ شریعت، جلد1، حصہ3، صفحہ452، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سردی کی وجہ سے مسجد کی جماعت چھوڑنا

سوال: کیا سخت سردی ترک جماعت کے لیے عذر ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جن اعذار کی بنا پر ترک جماعت جائز ہے یا جماعت میں شریک ہونا واجب نہیں رہتا فقہاء کرام نے انھیں سردی کا سخت ہونا کہ باہر نکلنے یا مسجد تک جانے میں کسی بیماری کے پیدا ہو جانے کا یا بڑھ جانے کا خوف ہو، اسی طرح مطلقا بیماری جس میں باہر نکلنا سخت مضر ہو؛ کو بھی شمار کیا ہے۔ قال فی الدر: فلا تجب علی مریض ومقعد وزمن .... ولا علی من حال بینه وبینها مطر وطين وبرد شديد وظلمة كذلك

ترجمہ: "در المختار" میں فرمایا گیا: "نمازِ جمعہ واجب نہیں ہے بیمار، معذور، اور اپاہج پر... اور نہ ہی اس پر جس کے اور نمازِ جمعہ کے درمیان بارش، کیچڑ، سخت سردی، یا اندھیرا حائل ہو۔ اسی طرح دیگر مشابہ عذر والے افراد پر بھی واجب نہیں۔"

(در المختار مع رد المحتار، کتاب الطھارۃ، باب التیمم، ج 1 ص 411 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

سردی کی وجہ سے پیشانی ڈھک کر نماز پڑھنا

سوال:سردی سے بچنے کے لیےپیشانی ڈھک کر اس پر سجدہ کرنا کیسا ہے کیونکہ بعض لوگ چادر کو سر سے اس انداز میں لیتے ہیں کہ ان کی پیشانی چھپ جاتی ہے ؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عام حالات میں نماز میں پیشانی ڈھک کر اس پر سجدہ کرنا مکروہ ہے، آج کل مسجدوں میں اور گھروں میں عموما سردی سے بچنے کے انتظامات ہوتے ہیں، اس لیےپیشانی کھول کر ہی نماز پڑھنی چاہیے؛ ہاں اگر سردی زیادہ ہو اور پیشانی کے حصہ سے ٹھنڈ لگ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر گنجائش ہے۔چنانچہ حضرت عیاض بن عبداللہ القرشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عن عیاض بن عبداللہ القرشی قال: رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً یسجد علی کور العمامة فأومأ بیدہ أن أرفع عمامتک فأومأ الی جبہتہ

ترجمہ:نبی کریم صَلَّی اللہ تَعالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک شخص کو دیکھا جو عمامے کے شملے (کُور) پر سجدہ کر رہا تھا، تو آپ صَلَّی اللہ تَعالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اپنی عمامہ ہٹاؤ۔پھر آپ صَلَّی اللہ تَعالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی پیشانی کی طرف اشارہ فرمایا۔(مصنف ابن ابی شیبۃ:١/٢٦٧)

وعن علی رضی اللہ عنہ قال: اذاصلی أحدکم فلیحسر العمامة عن جبہتہ

ترجمہ:حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنی پیشانی سے عمامہ ہٹا لے۔"(مصنف ابن ابی شیبۃ:١/٢٦٧)

اوردر المختار میں علامہ محمد بن علی بن محمد الحِصنی المعروف علاء الدین حصکفی حنفی علیہ رحمۃ القوي المتوفی 1088ہجری فرماتے ہیں (کما یکرہ تنزیہا بکور عمامتہ) إلا بعذر (وإن صح) عندنا (بشرط کونہ علی جبہتہ) کلہا أو بعضہا کما مر

ترجمہ: "جیسے عمامے کے پچھلے حصے (شملہ) کو لپیٹنا مکروہِ تنزیہی ہے"، سوائے کسی عذر کے۔ "اور یہ وضو (عمامے پر مسح) ہمارے نزدیک صحیح ہے" بشرطیکہ مسح پیشانی کے تمام یا کچھ حصے پر بھی ہو، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

(در المختارمع رد المحتار، کتاب الطهارة، باب التيمم، ج1 ص 500 مطبوعہ دار الفكر بيروت)

اسی طرح حاشیۃ الطحطاوی علی مراقي الفلاح میں علامہ احمد بن محمد بن اسمٰعیل الطحطاوی الحنفی فرماتے ہیں

ويكره "السجود على كور عمامته" من غير ضرورة حر وبرد أو خشونة أرض والكور دور من أدوارها بفتح الكاف إذا كان على الجبهة لأنه حائل لا يمنع السجود.قال الطحطاوی : قوله: "ويكره السجود على كور عمامته" الظاهر أن الكراهة تنزيهية لما نقل عن النبي صلى الله عليه وسلم من السجود على كور العمامة تعليما للجواز فلم تكن تحريمية كذا في الشرح۔

ترجمہ: "عمامے کے پچھلے حصے (شملہ) پر سجدہ کرنا مکروہ ہے"، جب تک کوئی مجبوری نہ ہو، جیسے سخت گرمی، سردی، یا زمین کی سختی۔ "کُور" (شملہ) عمامے کی تہوں میں سے ایک تہہ کو کہتے ہیں، اور اگر یہ پیشانی پر ہو تو حائل شمار ہوتا ہے لیکن سجدہ کو باطل نہیں کرتا۔ علامہ طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "عمامے کے شملے پر سجدہ کرنے کی کراہت غالباً تنزیہی ہے، کیونکہ نبی کریم صَلَّى اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے منقول ہے کہ آپ صَلَّى اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عمامے کے شملے پر سجدہ کرکے جواز کا درس دیا، اس لیے یہ کراہت تحریمی نہیں ہے، جیسا کہ شرح میں ذکر کیا گیا ہے۔"

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح :۱/۳۵۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

صرف کندھوں پر چادر اوڑھ کر نماز پڑھنا

سوال: سردی کی وجہ سے بعض افراد مسجد میں نماز کے دوران چادر اوڑھتے ہیں، کچھ سر اور کندھوں سمیت اوڑھتے ہیں، کچھ صرف کندھوں پر چادر رکھتے ہیں، کیا صرف کندھوں پر چادر اوڑھ کر نماز پڑھنا جائز ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کی حالت میں چادر سر کے اوپر سے اوڑھ کر نماز پڑھنی چاہیے کہ یہ ہی سنت ہے اور حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے نمازیوں کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا ، جو سر کے اوپر سے چادر نہیں لیتے،البتہ اگر کوئی فقط کندھوں کے اوپر سے چادر اوڑھ کر نماز پڑھتا ہے ، تو اس کی نماز درست ہے ۔نماز میں سر پر چادر نہ لینے والوں کے متعلق کنزالعمال میں ہے:''لاینظر اللہ الی قوم لایجعلون عمائمھم تحت ردائھم یعنی فی الصلاۃ'' ترجمہ:اللہ تعالیٰ اس قوم کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا جو نماز میں اپنے عمامے اپنی چادروں کے نیچے نہیں کرتے۔ ''

(کنز العمال ،ج7،ص516، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اسی طرح کا سوال ہوا ، تو ارشاد فرمایا:''چادر اوڑھنے میں بہتر یہ ہے کہ سر سے اوڑھے،اس طرح سے اوڑھنا مطابق سنت ہے اور کندھے سے اگر اوڑھی جب بھی نماز ہو جائے گی ،نماز میں کراہت نہیں۔''

(فتاوی امجدیہ،ج1،ص200، مطبوعہ مکتبہ رضویہ،کراچی)

سردی کی وجہ سے ہاتھ چادر کے اندر باندھنا

سوال: سردی کی وجہ سے قیام میں ہاتھ چادر کے اندر باندھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سردی کی وجہ سے نماز کے دوران قیام کی حالت میں چادر کے اندرہاتھ باندھ لینا جائز ہےکیونکہ نماز کے دوران ہاتھ ننگے رکھنا ضروری نہیں ، البتہ چادر میں اس طرح لپٹ لینا کہ ہاتھ باہر ہی نہ نکل سکیں تو یہ مکروہ تحریمی ہےاس لیے بہتر یہ ہے کہ سردی وغیرہ عذر نہ ہو ، تو ہاتھ چادر سے باہر نکال کر ہی باندھے جائیں۔چنانچہ مسلم شریف میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے اس حالت میں دیکھاکہ:"رفع یدیہ حین دخل فی الصلاۃ کبر ،وصف ھمام حیال اذنیہ ثم التحف بثوبہ ،ثم وضع یدہ الیمنی علی الیسری ،فلما اراد ان یرکعاخرج یدیہ من الثوب " ترجمہ: سرکار صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوئے تو ہاتھوں کو اٹھا کر تکبیر تحریمہ کہی (ھمام نے کہا کہ کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے)پھر اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹا اور دائیں ہاتھ کو الٹے ہاتھ پر رکھ لیا ،پھر جب رکوع کرنے کا ارادہ کیا، تو اپنے ہاتھوں کو کپڑے سے نکال لیا۔

(صحیح مسلم ،ج1،ص173، مطبوعہ کراچی)

"التحف بثوبہ"کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں :" اخرج یدہ من الکم حین کبر للاحرام ،ولما فرغمن التکبیر ادخل یدیہ فی کمیہ ،قال ابن الملک ولعل التحاف یدیہ بکمیہ لبرد شدید "یعنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر تحریمہ کے لیے آستین سے اپنے ہاتھ مبارک نکالے ،جب تکبیر سے فارغ ہوئے ،تو پھر آستین میں ہاتھوں کو داخل کر لیا ،ابن ملک نے فرمایا شاید ہاتھوں کو لپیٹنا شدیدسردی کے باعث تھا ۔(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح،ج2،ص657، مطبوعہ دار الفکر،بیروت)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ہے:"یجوز ادخالهما فی الکمین فی غیر حال التکبیر لکن الاولی اخراجهما فی جمیع الاحوال"ترجمہ:تکبیر تحریمہ کے علاوہ دونوں ہاتھوں کو آستینوں میں داخل کرنا ، جائز ہے ، لیکن اولیٰ یہ ہے کہ نماز کے تمام احوال میں دونوں ہاتھ آستین سے باہر رکھے جائیں ۔

(مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر،ج1،ص91، مطبوعہ دار احیاء التراث ،بیروت)

سردی کی وجہ سے نماز میں منہ ڈھکنا

سوال:کیا سردی کی وجہ سے نماز میں منہ ڈھک سکتےہیں ؟جیسا کہ اکثر پاکستان میں سردیوں میں چادر لیتے ہیں اور اس سے منہ بھی چھپ جاتا ہے

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز میں ناک اور منہ کو بلا وجہ چھپانا مکروہ تحریمی ہے، اسی کوفقہ حنفی میں تلثم اور التثام کہتے ہیں البتہ اگر کسی حاجت کی وجہ سے وقتی طور پر ڈھانپنا پڑھ جائے تو پھر مکروہ نہیں ہے،چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ

نَهَى عَنْ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ وَأَنْ يُغَطِّيَ الرَّجُلُ فَاهُ

ترجمہ:رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حالت نماز میں سدل(کپڑا لٹکانے)اور نمازی کا اپنے چہرہ چھپانے سے منع فرمایا۔

(صحیح ابن حبان،رقم الحدیث، 2353 ،مطبوعة موسسة الرسالة ،بیروت)

اور تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں علامہ عثمان بن علی بن محجن البارعی فخر الدین الزیلعی الحنفی علیہ رحمۃ القویّ (المتوفی 743 ہجری) فرماتے ہیں

وَيُكْرَهُ التَّلَثُّمُ وَهُوَ تَغْطِيَةُ الْأَنْفِ وَالْفَمِ فِي الصَّلَاةِ؛ لِأَنَّهُ يُشْبِهُ فِعْلَ الْمَجُوسِ حَالَ عِبَادَتِهِمْ النِّيرَانَ

تلثم (حالت نماز) میں مکروہ (تحریمی) ہے اور وہ نماز میں ناک اور منہ کو چھپانا ہے اس لئے کہ یہ کام آتش پرستوں کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے، آگ کی پوجا کرنے کی حالت میں (وہ ایسا کرتے تھے)

(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج 1 ص164، مطبوعہ المطبعة الكبرى الأميرية القاهرة، مصر)

اور فتاوی عالمگیری میں ہے

وَيُكْرَهُ التَّلَثُّمُ وَهُوَ تَغْطِيَةُ الْأَنْفِ وَالْفَمِ فِي الصَّلَاةِ

تلثم (حالت نماز) میں مکروہ (تحریمی) ہے اور وہ نماز میں ناک اور منہ کو چھپانا ہے

(الفتاوى الهندية المعروف فتاوى عالمگيرى ،كتاب الصلاة ، ج 1 ص 107، مطبوعہ دار الفكر، بيروت)

البتہ اگر کسی حاجت کی وجہ سے وقتی طور پر ڈھانپنا پڑھ جائے تو پھر مکروہ نہیں ہے

اور بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع میں علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی الحنفی علیہ رحمۃ اللہ القوي (المتوفی 587 ھجری) لکھتے ہیں

إلَّا إذَا كَانَتْ التَّغْطِيَةُ لِدَفْعِ التَّثَاؤُبِ فَلَا بَأْسَ بِهِ

(تلثم مکروہ ہے) مگر جب جماہی کو دور کرنے لئے ڈھانپنا ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں

(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ،كتاب الاعتكاف،ج 1 ص 216، مطبوعة دار الكتب العلمية)

اسی طرح الفقہ الاسلامي و ادلتہ میں ہے

فإن كان لحاجة كإزالة العرق عن وجهه أو التراب المؤذي، أو للتثاؤب، فلا يكره

اگر (تلثم) کسی حاجت جیسے چہرے سے پسینہ یا نقصان دہ مٹی صاف کرنا، یا جماہی کی خاطر ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے.

(الفقه الإسلامى و أدلته ج 2 ص 962 ،مطبوعة دار الفكر،سورية دمشق)

اونی ٹوپی،بینی (BEANIE)یا مفل ہیٹ (MUFFLE HAT) فولڈ کر نماز پڑھنے کا حکم

سوال:سردی کے موسم میں جو اونی ٹوپی (wool hat)یا کنٹوپ(Muffle hat) اوپر سے موڑ کر پہنا جاتا ہے، اس کو لگا کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ جبکہ علماء کرام نے کپڑے کو موڑ کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔کیا یہ بھی کفِ ثوب میں شامل ہوگا یا اس کے متعلق کوئی الگ حکم ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جاڑے کے موسم میں اونی ٹوپی یا ٹوپا جو عموماً موڑ کر پہنا جاتا ہے، شرعاً اسے کفِ ثوب (کپڑا موڑنے) میں شمار نہیں کیا جاتا۔ فقہاء کی اصطلاح میں کفِ ثوب یہ ہے کہ کسی کپڑے کو خلافِ عادت یا غیر معمولی انداز میں موڑ کر استعمال کیا جائے۔ تاہم، جو کپڑے یا ملبوسات اپنی اصل حالت ہی میں موڑ کر پہننے کے لیے بنائے گئے ہوں، وہ اس حکم میں داخل نہیں ہوتے۔
اونی ٹوپی یا ٹوپا موڑ کر پہننے کا عمومی رواج ہے اور اس کا یہی معمول ہے، لہٰذا اسے موڑنے کو خلافِ عادت نہیں کہا جا سکتا۔ اسی لیے ایسی ٹوپی کو موڑ کر نماز پڑھنا شرعاً جائز اور درست ہے، اور اس سے نماز میں کسی قسم کی کراہت پیدا نہیں ہوتی۔

یاد رکھنا چاہیے کہ کسی کپڑے کو ایسا خلافِ عادت پہننا جسے ایک مہذب شخص کسی مجمع یا بازار میں نہ پہن سکے، اور اگر پہنے تو اسے بے ادب یا خفیف الحرکات سمجھا جائے، یہ مکروہ ہے۔

جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”کسی کپڑے کو ایسا خلاف عادت پہننا کہ مہذب آدمی اسے مجمع یا بازار میں پہننے سے شرمائے اور بے ادب یا خفیف الحرکات سمجھا جائے، یہ مکروہ ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد 3، صفحہ 447، مکتبہ رضویہ)

اور فقیہِ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"کسی کپڑے کو خلافِ عادت پہننا جس سے مہذب افراد کے نزدیک بے ادبی یا ہلکا پن ظاہر ہو، یہ مکروہ ہے۔"

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد 1، صفحہ 373)

لہٰذا سردیوں میں اونی ٹوپی یا ٹوپا موڑ کر پہننا چونکہ عادت کے مطابق ہے، اس لیے یہ کفِ ثوب میں داخل نہیں اور نماز کے لیے بلا کراہت درست ہے۔

سردی میں جیکٹ یا واسکٹ کی زپ (ZIP) کھول کر نماز پڑھنا

سوال: سردی کی وجہ سے اگر قمیص کے اوپر جیکٹ یا واسکٹ پہنی ہو اور اس کی زپ یا بٹن کھول کر نماز پڑھیں، تو کیا اس طرح نماز ہو جاتی ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! اس طرح نماز پڑھنے سے نماز ہو جائے گی۔ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "انگرکھے پر جو صَدری یا چُغہ پہنتے ہیں اور عرف عام میں ان کا کوئی بوتام بھی نہیں لگاتے اور اسے معیوب بھی نہیں سمجھتے، تو اس میں بھی حرج نہیں ہونا چاہیئے، کہ یہ خلاف معتاد نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 386، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

فتاوی فقیہ ملت میں ہے: "اس طرح کپڑا پہن کر نماز پڑھی کہ نیچے کرتے کا سارا بٹن بند ہے اور اُوپر شیروانی یا صَدری کا کل یا بعض بٹن کھلا ہے، تو حرج نہیں۔ (فتاوی فقیہ ملت، جلد 1، صفحہ 174، شبیر برادرز، لاھور)

کیپ شال (CAPE SHAWL) اوڑھ کر نماز پڑھنے کا شرعی حکم

سوال: سردی سے بچنے کے لیے خواتین سویٹر وغیرہ کے علاوہ کیپ شال (cape shawl) بھی استعمال کرتی ہیں، کیپ شال مختلف ڈیزائن کی ہوتی ہیں: (۱) بعض میں بازو ڈالنے کے لیے جگہ بنی ہوتی ہے، وہ بازو ڈال کر اوڑھ لی جاتی ہے اور (۲) بعض میں بازو ڈالنے کی جگہ نہیں ہوتی، وہ ویسے ہی کندھوں پر اوڑھ لی جاتی ہے، البتہ دونوں پلوؤں کو سامنے سے ٹِچ بٹن (Tich button) یا ہُک (Hook) کے ذریعے ملا دیا جاتا ہے، تو ایسی کیپ شالز اوڑھ کر سامنے سے بند کیے بغیر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰھُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جواب سے قبل تمہیداً یہ مسئلہ ذہن نشین کر لیجئے کہ بعض اعمال سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، جیسے کلام کرنا، چلنا پھرنا اور بعض سے نماز مکروہ تحریمی ہو جاتی ہے۔ کراہتِ تحریمی والے اعمال میں سے ایک عمل ''سدل کرنا'' بھی ہے، حدیث پاک میں سدل کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ فقہائے کرام سدل کی مختلف صورتیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایسا کپڑا جسے پہنا جاتا ہے، اسے بے پہنا لٹکا لینا، جیسے جیکٹ یا واسکٹ وغیرہ میں بازو ڈالے بغیر کندھوں پر رکھ لینا۔ یونہی ایسا کپڑا جس میں آستینیں یا چاک نہیں ہوتے، اسے کندھوں یا سر پر ڈال کر دونوں پلوؤں کو آپس میں ملائے بغیر کندھوں پر چھوڑ دینا، جیسے چادر، شال وغیرہ اور سدل سے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو جاتی ہے۔ اس تفصیل کے مطابق سوال میں ذکر کردہ دونوں طرح کی کیپ شال (cape shawl) کے متعلق شرعی حکم درج ذیل ہے:

(1)ایسی کیپ شال جس میں بازو ڈالنے کے لیے جگہ بنی ہوتی ہے، ان میں بازو ڈالے بغیر ایسے ہی کندھوں پر رکھ لینا ''سدل'' کہلائے گا اور اس طرح شال لیکر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی و گناہ ہے اور پڑھ لی، تو نماز کا اعادہ واجب ہو گا۔ البتہ اگر اسے بازو ڈال کر پہن لیا، تو سدل نہ ہونے کی وجہ سے نماز درست ہو جائے گی۔یہاں ایسی شال کو بازو ڈال کر پہن لینا کافی ہے، اس کے دونوں پلوؤں کو سامنے سے بٹن وغیرہ کے ذریعے ملانا ضروری نہیں، جیسے واسکٹ وغیرہ کا حکم ہے۔

(2) ایسی کیپ شال جس میں بازو ڈالنے کی جگہ نہیں ہوتی، بلکہ ایسے ہی کندھوں پر اوڑھ لی جاتی ہے، ایسی شال کندھوں پر رکھ کر سامنے سے بٹن(Button)یا ہُک (Hook) وغیرہ کے ذریعے نہ ملایا، تو سدل ہونے کی وجہ سے نماز مکروہ تحریمی ہو گی، البتہ اگر بٹن وغیرہ کے ذریعے دونوں پلوؤں کو ملا لیا، تو یہ صورت سدل سے خارج ہو جانے کی وجہ سے نماز درست ہو جائے گی۔

سدل کی ممانعت حدیث پاک سے ثابت ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:''نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن السدل فی الصلاۃ''ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے نماز میں سدل سے منع فرمایا ہے ۔(جامع الترمذی ، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی کراھیۃ السدل، جلد1، صفحہ 488، مطبوعہ بیروت)

علامہ ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ سدل کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وفي الفائق: السدل إرسال الثوب من غير أن يضم جانبيه، ...في شرح المنية: السدل أن يضع الثوب على كتفه ويرسل أطرافه على عضديه أو صدره، وقيل: أن يجعله على رأسه أو كتفه ويرسل أطرافه من جوانبه، وفي فتاوى قاضي خان: هو أن يجعل الثوب على رأسه أو على عاتقه ويرسل جانبيه أمامه على صدره والكل سدل .. وحكمته والله أعلم اشتغال القلب، بمحافظته والاحتياج بمعالجته''

ترجمہ: سدل کپڑے کی دونوں جانب کو ملائے بغیر لٹکانا ہے ۔۔ اور شرح منیہ میں ہے کہ سدل یہ ہے کہ کپڑا اپنے کندھے پر رکھے اور اس کے کنارے اپنے کندھوں یا سینے پر لٹکا دے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سدل یہ ہے کہ اپنے سر یا کندھے پر کپڑا یوں رکھے کہ

اس کے جوانب سے کنارے لٹکا دے اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ سدل یہ ہے کہ کپڑا اپنے سر یا کندھے پر رکھے اور اس کے دونوں کنارے اپنے سینے پر لٹکا دے۔ اور یہ تمام صورتیں ہی سدل کی ہیں۔ اور اس کی حکمت (اللہ ہی بہتر جانتا ہے، شاید) قلب کا اس کپڑے کی حفاظت اور اسے درست کرنے میں مشغول ہونا ہے۔(مرقاۃ المفاتیح، جلد 2، صفحہ 635، 636، مطبوعہ بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''اصل یہ ہے کہ سدل یعنی پہننے کے کپڑے کو بے پہنے لٹکانا، مکروہ تحریمی ہے اور اس سے نماز واجب الاعادہ جیسے انگرکھا یا کرتا کندھوں پر سے ڈال لینا بغیر آستینوں میں ہاتھ ڈالے یا بعض بارانیاں وغیرہ ایسی بنتی ہیں کہ اُن کی آستینوں میں مونڈھوں کے پاس ہاتھ نکال لینے کے چاک بنے ہوتے ہیں ان میں سے ہاتھ نکال کر آستینوں کو بے پہنے چھوڑ دینا یا رضائی یا چادر کندھے یا سر پر ڈال کر دونوں آنچلچھوڑ دینا یا شال یا رومال ایک شانہ پر اس طرح ڈالنا کہ اس کے دونوں پلّو آگے پیچھے چھوٹے رہیں۔''(فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ385، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

چادر، شال وغیرہ کو کندھوں پر ڈال کر سامنے سے ملائے بغیر یونہی چھوڑ دینا سدل ہے، لہذا اگر کسی نے سامنے سے دونوں پلو ملا دیئے، تو سدل نہیں۔ البنایہ شرح ہدایہ میں ہے: ''وفي المغرب: سدل الثوب سدلاً ۔ إذا أرسله من غير أن يضم جانبيه'' ترجمہ: المغرب میں ہے: سدل الثوب سدل (اس نے کپڑے کو لٹکایا):۔یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی کپڑے کے کناروں کو ملائے بغیر لٹکتا چھوڑ دے۔(البنایہ شرح ھدایہ، جلد 4، صفحہ 272، مطبوعہ بیروت)

بنایہ میں ہی دوسرے مقام پر ہے:''في صلاة الجلاتي: إذا ضم طرفه أمامه فليس بسدل'' ترجمہ: صلاۃ الجلاتی (کتاب) میں ہے کہ جب اس کے کناروں کو اپنے سامنے ملا دیا تو یہ سدل نہیں ہے۔(البنایہ شرح ھدایہ، جلد 4، صفحہ 446، مطبوعہبیروت)

جبکہ جیکٹ، واسکٹ و امثلہ میں ہاتھوں کو آستینوں میں ڈالے بغیر کندھوں پر رکھ لینا ہی سدل ہے۔ اللباب فی شرح الکتاب، شرح وقایہ اور دیگر کتبِ فقہ میں دونوں صورتیں یوں نقل کی گئی ہیں:

والنظم للاول:’’ (ولا يسدل ثوبه) ۔ وهو: أن يجعل الثوب على رأسه وكتفيه ويرسل جوانبه من غير أن يضمها؛ قال صدر الشريعة: هذا في الطيلسان، أما في القباء ونحوه فهو أن يلقيه على كتفيه من غير أن يدخل يديه في كميه‘‘

ترجمہ: (وہ کپڑے کا سدل نہ کرے)۔ اور سدل یہ ہے کہ کپڑے کو اپنے سر اور کندھوں پر اور اس کے جوانب (کناروں) کو ملائے بغیر چھوڑ دے۔ صدر الشریعہ نے فرمایا کہ یہ وضاحت طیلسان (ایک قسم کی چادر) کے بارے میں ہے، بہر حال قبا وغیرہ میں یہ ہے کہ اسے اپنے کندھوں پر لٹکائے اور اپنے ہاتھوں کو اس کی آستینوں میں نہ ڈالے۔(اللباب فی شرح الکتاب، جلد 1، صفحہ 83، مطبوعہ بیروت)

نیز واسکٹ وغیرہ کی آستینوں میں ہاتھ ڈالنا کافی ہے، سامنے سے بٹن بند کرنا ضروری نہیں۔ امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ’’انگرکھے پر جو صَدری یا چُغہ پہنتے ہیں اور عرف عام میں ان کا کوئی بوتام بھی نہیں لگاتے اور اسے معیوب بھی نہیں سمجھتے، تو اس میں بھی حرج نہیں ہونا چاہئے۔‘‘(فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 386، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

فتاوی فقیہ ملت میں ہے: ’’اس طرح کپڑا پہن کر نماز پڑھی کہ نیچے کرتے کا سارا بٹن بند ہے اور اُوپر شیروانی یا صَدری کا کل یا بعض بٹن کھلا ہے، تو حرج نہیں۔‘‘(فتاوی فقیہ ملت، جلد 1، صفحہ 174، شبیر برادرز، لاھور)

کتاب الجنائز

سردی کی وجہ سے قبرستان میں آگ جلانا

سوال: سردیوں میں قبرستان میں تدفین کے وقت آنے والے افراد کو سردی سے بچانے کے لیے آگ جلانا تاکہ لوگ گرمائش حاصل کر سکیں۔ کیا قبروں کے قریب اس طرح آگ جلانا درست ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قبرستان ایک مقدس مقام ہے اور قبروں کے احترام کا حکم شریعت میں واضح طور پر موجود ہے۔ قبرستان میں بلاوجہ آگ جلانے سے اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ اس سے قبروں کی بے حرمتی کا خدشہ ہو سکتا ہے یا یہ غیر مناسب عمل سمجھا جا سکتا ہے۔ تاہم، اگر تدفین کے وقت شدید سردی کی وجہ سے وہاں موجود افراد کو آگ کی ضرورت ہو، تو شریعت ایسی ضرورت کے وقت سہولت دیتی ہے۔ ایسے حالات میں آگ جلانا جائز ہے، لیکن اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ آگ قبروں سے مناسب فاصلے پر جلائی جائے، تاکہ قبروں کی حرمت اور احترام برقرار رہے۔

اس کے علاوہ، یہ بھی ضروری ہے کہ آگ جلانے کی جگہ اور طریقہ ایسا ہو جو کسی قسم کی بے ادبی یا مقامی لوگوں کی دل آزاری کا سبب نہ بنے۔ قبرستان کے تقدس کو ملحوظ رکھتے ہوئے احتیاط کے ساتھ یہ عمل انجام دینا چاہیے۔

کتاب المسجد

سردی کے موسم میں فوم (FOAM) اور تھرماکول کی صفوں پر نماز پڑھنا

سوال: سردی کے موسم میں فوم اور تھرماکول کی صفوں پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پتلا فوم جس پر سجدہ کرنے سے زمین کی سختی محسوس ہوتی ہو اور پیشانی زمین پر اٹک جاتی ہو نماز پڑھنا جائز ہے۔

اور اگر فوم اس قدر موٹا او ملائم ہو کہ پیشانی ٹکنے کے بجائے نیچے کو دبتی چلی جائے تو پھر نماز اس پر نہ پڑھی جائے، سجدہ ادا نہ ہوگا۔

سردی کی وجہ سے مسجد کی جماعت چھوڑنا

سوال: کیا سخت سردی ترک جماعت کے لیے عذر ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جن اعذار کی بنا پر ترک جماعت جائز ہے یا جماعت میں شریک ہونا واجب نہیں رہتا فقہاء کرام نے انھیں سردی کا سخت ہونا کہ باہر نکلنے یا مسجد تک جانے میں کسی بیماری کے پیدا ہو جانے کا یا بڑھ جانے کا خوف ہو، اسی طرح مطلقا بیماری جس میں باہر نکلنا

سخت مضر ہو؛ کو بھی شمار کیا ہے۔در المختار میں علامہ محمد بن علی بن محمد الحِصنی المعروف علاء الدین حصکفی حنفی علیہ رحمۃ القوي المتوفی 1088ہجری فرماتے ہیں

فلا تجب علی مریض ومقعد وزمن .... ولا علی من حال بینہ وبینہا مطر وطین وبرد شدید وظلمة كذلک

ترجمہ:یہ (جماعتِ نمازِ) مریض، معذور، اپاہج پر واجب نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس پر جس کے اور جماعت کے درمیان بارش، کیچڑ، سخت سردی اور اندھیرا حائل ہو۔

(در المختار مع رد المحتار، ج 1 ص 411 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

سردی میں مسجد کی چھت پر دھوپ میں نماز پڑھنے کا شرعی حکم

سوال: موسم سرما میں سردی کی وجہ سے مسجد کے اندر نماز پڑھیں تو زیادہ سردی محسوس ہوتی ہے جبکہ سردی کی وجہ سے اگر ہم نیچے مسجد میں جماعت نہ کریں بلکہ مسجد کی چھت پر دھوپ میں جماعت کریں تو کیا ایسا ہو سکتا ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اصل مسجد نیچے کا حصہ ہے اور چھت تابع ہے، مسجد کی چھت پر بلا ضرورت چڑھنا مکروہ ہے، البتہ اگر جگہ کی قلت ہو تو چھت پر کھڑے ہونے میں مضائقہ نہیں ۔ نچلی منزل میں جگہ ہوتے ہوئے اوپر کی منزل میں جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ لہٰذا مذکورہ صورت میں مسجد کے اندر نماز ادا کریں، اور سردی سے بچاؤ کی کوئی مناسب تدبیر کر لیں۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

"الصعود على سطح كل مسجد مكروه ، ولهذا إذا اشتد الحر يكره أن يصلوا بالجماعة فوقه إلا إذا ضاق المسجد فحينئذ لا يكره الصعود على سطحه للضرورة، كذا في الغرائب"

ترجمہ: "کسی بھی مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے، اور اسی وجہ سے جب سخت گرمی ہو تو مسجد کی چھت پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے، الا یہ کہ مسجد میں جگہ تنگ ہو جائے، تو ایسی صورت میں مجبوری کے تحت مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ نہیں ہوگا۔ "جیسا کہ "الغرائب" میں ذکر کیا گیا ہے۔

(الفتاوی الهندیۃ المعروف فتاوی عالمگیری ،کتاب الجنائز، الفصل الثانی فی غسل المیت، ج 3 ص 322، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

ہیٹر (HEATER) کے سامنے نماز کا حکم

سوال: آج کل سردی کے موسم میں عموماً مساجد کے اندر دیوار قبلہ کی جانب آگ والے ہیٹر (Heater) رکھے ہوتے ہیں اور نماز کے دوران پہلی صف کے نمازیوں کا رُخ انہیں کی طرف ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان چلتے ہیٹروں (Heaters) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسجدوں میں عموماً گیس کے ہیٹر ہوتے ہیں، جن میں ایک جالی لگی ہوتی اور وہ جالی آگ کی وجہ سے سرخ ہوجاتی ہے، لیکن وہاں نہ تو انگارے ہوتےہیں اور نہ ہی بھڑکتی ہوئی آگ ، لہٰذا اگر نمازی کے سامنے اس قسم کا چلتا ہوا ہیٹر موجود ہو، تو اس میں

کراہت نہیں، کیونکہ مجوسی یعنی آگ کی پوجا کرنے والے اِس کی پوجا نہیں کرتے، البتہ بھڑکتی آگ اور دہکتے انگاروں کا تنور یا چولہا وغیرہ سامنے ہو، تو یہ مکروہ ہے، کیونکہ مجوسی اِن کی پوجا کرتے ہیں اور اِن کے سامنے نماز پڑھنے میں مجوسیوں کے ساتھ مشابہت ہے۔

چنانچہ محیط برہانی پھر بنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

”ان توجه الى سراج او قنديل او شمع لا يكره... بخلاف اذا توجه الى تنور او كانون فيه نار تتوقد فانه يكره لانه يشبه العبادة لانه فعل المجوس فانهم لا يعبدون الا نارا موقدة“

ترجمہ: اگر کسی نے چراغ، لالٹین یا شمع کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، تو یہ مکروہ نہیں، بخلاف اس صورت میں کہ جب تنور یا ایسے چولہے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، جس میں آگ بھڑک رہی ہو، تو یہ مکروہ ہے کہ اس میں آگ کی عبادت سے مشابہت ہے، کیونکہ یہ مجوسیوں کا فعل ہے، کہ وہ بھڑکتی آگ ہی کو پوجتے ہیں۔(البنایہ، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، فصل فی العوارض، ج2، ص549، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی قاضی خان میں ہے:

”ويكره ان يصلى وبين يديه تنور او كانون فيه نار موقودة لانه يشبه عبادة النار وان كان بين يديه سراج او قنديل لا يكره لانه لا يشبه عبادة النار“

تنور یا ایسا چولہا، جس میں بھڑکتی آگ ہو، تو اس کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ آگ کی عبادت کے مشابہ ہے اور اگر نمازی کے سامنے چراغ یا لالٹین ہو، تو اس میں کراہت نہیں، کیونکہ یہ آگ کی عبادت کے مشابہ نہیں۔(فتاوی قاضیخان، کتاب الصلاۃ، باب الحدث فی الصلاۃ وما یکرہ فیھا وما لا یکرہ، ج1، ص112، مطبوعہ کراچی)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''شمع یا چراغ یا قندیل یا لیمپ یا لالٹین یا فانوس نمازیں سامنے ہو، تو کراہت نہیں، کہ ان کی عبادت نہیں ہوتی اور بھڑکتی آگ اور دہکتے انگاروں کا تنور یا بھٹی یا چولہا یا انگیٹھی سامنے ہوں، تو مکروہ کہ مجوس ان کو پوجتے ہیں۔'' (فتاوی رضویہ، ج24، ص619، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

سوئی گیس (SUIGAS) کے چولہوں کے سامنے نماز ادا کرنا

سوال: سردی میں مسجد کے اندر زیادہ تر پہلے صف کے آگے سوئی گیس کے چولہے رکھے ہوتے ہیں، جس سے آگ یا شعلے نکلتے ہیں مسجد کو گرم کرنے کے لیے، تو کیا اس حالت میں نماز ادا ہو جاتی ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسجد میں سردی سے بچاؤ کے لیے سوئی گیس یا گیس ہیٹر جلانے کی بہتر صورت یہ ہے کہ قبلہ کی جانب ہیٹر یا چولہا جلانے سے احتراز کیا جائے، یا پھر ایسی صورت اختیار کی جائے کہ نمازی کے کھڑے ہونے کی حالت میں ہیٹر یا چولہا اس کے قد سے بلند ہو۔ لیکن اگر قبلہ رخ ہیٹر لگا ہو اور نماز پڑھ لی جائے تو نماز ادا ہو جائے گی، کیوں کہ یہاں آگ کی عبادت اور اس کے سامنے جھکنا مقصود نہیں ہے۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے

"وَمَنْ تَوَجَّهَ فِي صَلَاتِهِ إلَى تَنُّورٍ فِيهِ نَارٌ تَتَوَقَّدُ أَوْ كَانُونٍ فِيهِ نَارٌ يُكْرَهُ، وَلَوْ تَوَجَّهَ إلَى قِنْدِيلٍ أَوْ إلَى سِرَاجٍ لَمْ يُكْرَهْ ، كَذَا فِي مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ، وَهُوَ الْأَصَحُّ"

ترجمہ: "جو شخص نماز میں ایسے تنور کی طرف رخ کرے جس میں آگ جل رہی ہو، یا ایسے انگیٹھے (کانون) کی طرف جس میں آگ موجود ہو، تو یہ مکروہ ہے۔ لیکن اگر کسی قندیل (چراغ) یا چراغ دان (سراج) کی طرف رخ کرے تو مکروہ نہیں۔" جیسا کہ "محیط السرخسی" میں ذکر کیا گیا ہے، اور یہی صحیح قول ہے۔

(الفتاوى الهندية المعروف فتاوى عالمگيرى ، ج 3 ص 408، مطبوعہ دار الفكر، بيروت)

اور ردالمحتار علی الدر المختار میں علامہ ابن عابدین محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی المتوفی 1252ھجری المعروف علامہ شامی علیہ رحمۃ السامی لکھتے ہیں

"(و) لا إلى (مصحف أو سيف مطلقا أو شمع أو سراج أو نار توقد) ، لأن المجوس إنما تعبد الجمر لا النار الموقدة قنية

(قوله: لأن المجوس إلخ) علة للثلاثة قبله ط (قوله قنية) ذكر ذلك في القنية في كتاب الكراهية
ونصه: الصحيح أنه لايكره أن يصلي وبين يديه شمع أو سراج لأنه لم يعبدهما أحد والمجوس يعبدون الجمر لا النار الموقدة، حتى قيل: لايكره إلى النار الموقدة. اهـ وظاهره أن المراد بالموقدة التي لها لهب، لكن قال في العناية: أن بعضهم قال: تكره إلى شمع أو سراج كما لو كان بين يديه كانون فيه جمر أو نار موقدة. اهـ وظاهره أن الكراهة في الموقدة متفق عليها كما في الجمر، تأمل"

ترجمہ: "نماز میں مصحف (قرآن مجید)، تلوار، موم بتی، چراغ (سراج)، یا جلتی ہوئی آگ کی طرف رخ کرنا مکروہ نہیں، کیونکہ مجوسی لوگ انگاروں کی عبادت کرتے ہیں نہ کہ جلتی ہوئی آگ کی۔ "(قولہ: لأن المجوس إلخ) یہ علت ہے ان تین اشیاء کے لیے جو پہلے مذکور ہوئیں (شمع، سراج اور آگ)۔(قولہ: قنية) یہ قنیہ میں کتاب "الکراھیہ" کے باب سے ماخوذ ہے، اور اس کا متن یہ ہے: "صحیح یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں موم بتی یا چراغ کے سامنے ہو تو مکروہ نہیں، کیونکہ ان کی عبادت کسی نے نہیں کی۔ مجوسی انگاروں کی عبادت کرتے ہیں نہ کہ جلتی ہوئی آگ کی، یہاں تک کہ بعض نے کہا ہے کہ جلتی ہوئی آگ کی طرف رخ کرنا بھی مکروہ نہیں۔ظاہر یہ ہوتا ہے کہ "جلتی ہوئی آگ" سے مراد وہ آگ ہے جس کے شعلے ہوں۔ لیکن "عناية" میں کہا گیا ہے: "بعض علماء نے کہا ہے کہ موم بتی یا چراغ کی طرف رخ کرنا مکروہ ہے، جیسا کہ اگر اس کے سامنے انگاروں یا جلتی ہوئی آگ (موقدہ) والا انگیٹھا ہو، تو یہ بھی مکروہ ہے۔

اس کا ظاہر یہ بتاتا ہے کہ جلتی ہوئی آگ (موقدہ) کی طرف رخ کرنا متفقہ طور پر مکروہ ہے، جیسا کہ انگاروں کی طرف۔ غور کریں

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، ج 1 ص 651 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بدبودار جرابیں (SMELLY SOCKS) کے ساتھ مسجد میں جانے کا حکم

سوال: آج کل سردی سے بچنے کے لیے بہت سے لوگ جرابیں استعمال کرتے ہیں۔ جرابوں کے ساتھ اگر زیادہ دیر تک بوٹ (boots) پہنے جائیں، تو بعض لوگوں کے پاؤں سے عجیب سی بدبو آنا شروع ہو جاتی ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ کچھ افراد بوٹ اتار کر اسی طرح بدبو والی جرابیں (smelly socks) لے کر مسجد میں نماز پڑھنے آجاتے ہیں، جس کی وجہ سے مسجد میں بھی عجیب سی بدبو پھیل جاتی ہے، تو ایسے افراد کا بدبو والی جرابیں پہن کر مسجد میں آنا کیسا ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسجد اللہ پاک کا بابرکت اور پُر عظمت گھر ہے، اس کی تعظیم اور اس کے آداب کا خیال رکھنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ مسجد کو پاک وصاف رکھیں اور ایسا کوئی بھی کام نہ کریں، جو مسجد کی تعظیم اور اس کے آداب کے خلاف ہو۔

اور جہاں تک سوال کا تعلق ہے، تو یاد رہے کہ مسجد میں بدبو والے پاؤں، جرابیں یا ان کے علاوہ کوئی بھی ایسی چیز لے کر جانا، جس سے مسجد میں بدبو پھیلے، ناجائز اور گناہ ہے۔ حدیثِ پاک میں اس سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ مسجد کی تعظیم اور اس کے آداب کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ انسانوں اور فرشتوں کی ایذا کا باعث بھی ہے۔ لہذا جرابوں کے ساتھ زیادہ دیر تک بوٹ پہننے کی وجہ سے اگر پاؤں سے بدبو آنا شروع ہو جائے، تو ایسے افراد کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ جرابیں اتار کر اچھے طریقے سے

پاؤں دھو کر مسجد میں داخل ہوں، نیز بدبو والے بوٹ اور جرابیں بھی حفاظت کے انتظام کے ساتھ ایسی جگہ پر رکھیں کہ جہاں سے مسجد میں بدبو نہ آئے۔

مسجد کو پاک و صاف رکھنے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:(وَعَہِدْنَاۤ اِلٰۤی اِبْرٰہٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَہِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ) ترجمہ: ''اور ہم نے ابراہیم و اسماعیل کو تاکید فرمائی کہ میرا گھر طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے خوب پاک صاف رکھو۔''

(پارہ1، سورۃ البقرہ، آیت125)

اس آیت کے تحت تفسیرِ صراط الجنان میں ہے: ''اس سے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ اور مسجد حرام شریف کو حاجیوں، عمرہ کرنے والوں، طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور نمازیوں کے لیے پاک و صاف رکھا جائے۔ یہی حکم مسجدوں کو پاک و صاف رکھنے کا ہے، وہاں گندگی اور بدبو دار چیز نہ لائی جائے۔ یہ سنت انبیاء (علیہم السلام) ہے۔

(تفسیرِ صراط الجنان تحت ھذہ الأیہ، جلد1، صفحہ 205، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اور حضرتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ایک حدیث میں ہے: ''امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدور وان تنظف وتطیب'' ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محلوں میں مسجدیں بنانے اور انہیں پاک صاف اور معطر رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب اتخاذ المساجد فی الدور، جلد1، صفحہ78، مطبوعہ لاھور)

مسجد کو بدبو سے بچانے کے متعلق سنن نسائی میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''من اکل من ھذہ الشجرۃ،قال اول یوم:الثوم، ثم قال:الثوم والبصل والکراث فلا یقربنا فی مساجدنا،فان الملائکۃ تتاذی مما یتاذی منہ الانس'' ترجمہ: جو اس درخت سے کھائے (پہلے دن آپ نے لہسن کا فرمایا، پھر لہسن، پیاز اور گندنا یعنی لہسن کے مشابہ ایک بو والی سبزی کا فرمایا)، تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، کیونکہ انسان جس چیز سے تکلیف محسوس کرتے ہیں، فرشتے بھی اس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔

(سنن نسائی، کتاب المساجد، باب من یمنع من المسجد، جلد1، صفحہ116، مطبوعہ لاھور)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''قلت:العلۃ اذی الملائکۃ واذی المسلمین ویلحق بما نص علیہ فی الحدیث کل ما لہ رائحۃ کریھۃ من الماکولات وغیرھا، وانما خص الثوم ھنا بالذکر، وفی غیرہ ایضا بالبصل والکراث لکثرۃ اکلھم بھا''

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اس ممانعت کی علت ملائکہ اور مسلمانوں کو ایذا دینا ہے۔۔ اور حدیث میں جن چیزوں پر صراحت کی گئی ہے، ان کے ساتھ کھانے والی اور نہ کھانے والی ہر اس چیز کو لاحق کیا جائے گا، جو بدبودار ہو اور یہاں خاص طور پر لہسن اور دیگر احادیث میں پیاز اور گندنا کو بھی ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ ان چیزوں کو کثرت سے کھایا جاتا ہے (ورنہ ممانعت ہر بدبو والی چیز کے ساتھ خاص ہے۔)

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب ما جاء فی الثوم النیئ، جلد4، صفحہ633، مطبوعہ ملتان)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مسجد کے قریب استنجاء خانے بنانے کے متعلق سوال ہوا، تواس کے جواب میں ارشاد فرمایا: ''مسجد کو بو سے بچانا واجب ہے، ولہذا مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام، مسجد میں دیا سلائی سلگانا حرام، حتی کہ حدیث میں ارشاد ہوا: ''وان یمر فیہ بلحم نیئ''یعنی مسجد میں کچا گوشت لے جانا، جائز نہیں، حالانکہ کچے گوشت کی بو بہت خفیف ہے، تو جہاں سے مسجد میں بو پہنچے وہاں تک ممانعت کی جائے گی۔یہ خیال نہ کرو کہ اگر مسجد خالی ہے، تو اس میں کسی بو کا داخل کرنا اس وقت جائز ہو کہ کوئی آدمی نہیں جو اس سے ایذا پائے گا، ایسا نہیں، بلکہ ملائکہ بھی ایذا پاتے ہیں، اس سے جس سے ایذا پاتا ہے انسان۔ مسجد کو نجاست سے بچانا فرض ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد16، صفحہ232تا233، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

نماز میں چادر اوڑھنے کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مسجد میں لوگ نماز پڑھنے آتے ہیں، تو سردی کی وجہ سے اوپر چادر اوڑھے ہوتے ہیں، بعض سر کے اوپر سے اور بعض فقط کندھوں کے اوپر سے اوڑھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں اور بعض تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ چادر کے اندر رکھ کر باندھ لیتے ہیں، اس کے متعلق سوال یہ ہے کہ فقط کندھوں پر چادر اوڑھ کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کی حالت میں چادر سر کے اوپر سے اوڑھ کر نماز پڑھنی چاہیے کہ یہ ہی سنت ہے اور حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ

ایسے نمازیوں کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا، جو سر کے اوپر سے چادر نہیں لیتے، البتہ اگر کوئی فقط کندھوں کے اوپر سے چادر اوڑھ کر نماز پڑھتا ہے، تو اس کی نماز درست ہے۔

نماز میں سر پر چادر نہ لینے والوں کے متعلق کنز العمال میں ہے:

''لاینظر اللہ الی قوم لایجعلون عمائمھم تحت ردائھم یعنی فی الصلاۃ''

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس قوم کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا جو نماز میں اپنے عمامے اپنی چادروں کے نیچے نہیں کرتے۔''(کنز العمال، ج7، ص516، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اسی طرح کا سوال ہوا، تو ارشاد فرمایا: ''چادر اوڑھنے میں بہتر یہ ہے کہ سر سے اوڑھے، اس طرح سے اوڑھنا مطابق سنت ہے اور کندھے سے اگر اوڑھی جب بھی نماز ہو جائے گی، نماز میں کراہت نہیں۔''

(فتاوی امجدیہ، ج1، ص200)

سردی کی وجہ سے حالتِ نماز چادر میں ہاتھ باندھنا

سوال: حالت قیام میں سردی کی وجہ سے ہاتھ چادر کے اندر باندھ کر نماز پڑھنا کیسا ؟

جواب: نماز کے دوران قیام کی حالت میں چادر کے اندر ہاتھ باندھ لینا جائز ہے، کیونکہ نماز کے دوران ہاتھ ننگے رکھنا ضروری نہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ سردی وغیرہ عذر نہ ہو، تو ہاتھ چادر سے باہر نکال کر ہی باندھے جائیں۔

چنانچہ مسلم شریف میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے اس حالت میں دیکھا کہ:

''رفع یدیہ حین دخل فی الصلاۃ کبر ،وصف ھمام حیال اذنیہ ثم التحف بثوبہ ،ثم وضع یدہ الیمنی علی الیسری ،فلما اراد ان یرکع اخرج یدیہ من الثوب ''

ترجمہ: سرکار صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوئے تو ہاتھوں کو اٹھا کر تکبیر تحریمہ کہی (ھمام نے کہا کہ کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے) پھر اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹا اور دائیں ہاتھ کو الٹے ہاتھ پر رکھ لیا، پھر جب رکوع کرنے کا ارادہ کیا، تو اپنے ہاتھوں کو کپڑے سے نکال لیا۔ (صحیح مسلم، ج1، ص173، مطبوعہ کراچی)

''التحف بثوبہ'' کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

'' اخرج یدہ من الکم حین کبر للاحرام ،ولما فرغ من التکبیر ادخل یدیہ فی کمیہ ،قال ابن الملک ولعل التحاف یدیہ بکمیہ لبرد شدید ''یعنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر تحریمہ کے لیے آستین سے اپنے ہاتھ مبارک نکالے، جب تکبیر سے فارغ ہوئے، تو پھر آستین میں ہاتھوں کو داخل کر لیا، ابن ملک نے فرمایا شاید ہاتھوں کو لپیٹنا شدید سردی کے باعث تھا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج2، ص657، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ہے:"یجوز ادخالھما فی الکمین فی غیر حال التکبیر لکن الاولی اخراجھما فی جمیع الاحوال"ترجمہ:تکبیر تحریمہ کے علاوہ دونوں ہاتھوں کو آستینوں میں داخل کرنا، جائز ہے، لیکن اولیٰ یہ ہے کہ نماز کے تمام احوال میں دونوں ہاتھ آستین سے باہر رکھے جائیں۔

(مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر، ج1، ص91، مطبوعہ دار احیاء التراث، بیروت)

نماز میں جرسی یا کوٹ (COAT) کے نیچے فولڈڈ آستین (FOLDED SEELVE) کا حکم

سوال:سردیوں میں کپڑوں کے اوپر جرسی پہنتے ہیں اور وضو کے بعد جرسی (jersey) تو نیچے کرلیتے ہیں، لیکن آستین بعض اوقات فولڈ (fold) رہ جاتی ہے، کیا اسے بھی درست کرنا ضروری ہوگا اور نیچے نہ کرنے کی صورت میں نماز مکروہِ تحریمی ہوگی؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کپڑا فولڈ کر کے یعنی موڑ کر نماز پڑھنے سے حدیثِ پاک میں منع فرمایا گیا ہے اور اس حالت میں پڑھی گئی نماز مکروہ تحریمی و واجب الاعادہ ہوگی۔پھر حدیث پاک میں مطلقاً کپڑا فولڈ کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، چاہے اوپر والا ہو یا نیچے والا، لہٰذا بلاکراہت نماز کی ادائیگی کے لیے ضروری ہوگا کہ جرسی کے ساتھ ساتھ اندر قمیص کی آستین بھی نیچے کرلی جائے۔اگر صورتِ مسئولہ میں جرسی کی آستین کے نیچے قمیص کی آستین آدھی کلائی سے اوپر تک چڑھی ہوئی ہو اور اسی حالت میں نماز پڑھ لی، تو مکروہ تحریمی و واجب الاعادہ ہوگی۔

حدیث شریف میں ہے:"قال النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اُمِرتُ ان اسجد علی سبعۃ اعظم علی الجبھۃ و اشار بیدہ علی انفہ و الیدین و الرکبتین و اطراف القدمین و لانَکفِتَ الثیاب و الشعر"

ترجمہ:نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے:پیشانی پر اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دستِ مبارک سے اپنی مقدس ناک شریف کی طرف اشارہ فرمایا اور دونوں ہاتھوں پر اور دونوں گھٹنوں پر اور دونوں پاؤں کے کناروں پر اور یہ کہ ہم کپڑے اور بال نہ سمیٹیں۔ (صحیح البخاری ، جلد 1 ، صفحہ 182 ، حدیث 812 ، مطبوعہ لاھور)

مرقاۃ المفاتیح میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ اس حدیثِ پاک کے آخری الفاظ کے تحت فرماتے ہیں:"و مِن کفِتھما ان یعقص الشعر و ان یشمر ثوبہ۔ملخصا"کپڑے اور بال سمیٹنے میں سے ہے، اس کا بالوں کا جُوڑا بنانا اور کپڑا سمیٹنا۔ (مرقاۃ المفاتیح،جلد 2، صفحہ 561، مطبوعہ کوئٹہ)

اور البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں علامہ زین الدین بن ابراھیم بن محمد المتوفی 970 ہجری المعروف ابن نجیم مصری علیہ رحمۃ القوي فرماتے ہیں:"یدخل ایضا فی کف الثوب تشمیر کمیہ"کپڑا سمیٹنے میں اس کی آستینیں چڑھانا بھی داخل ہے۔

(البحر الرائق، جلد 2، صفحہ 42، مطبوعہ کوئٹہ)

حلبۃ المُجلی میں ہے: "ینبغی ان یکرہ تشمیر ھا الی ما فوق نصف الساعد لصدق کف الثوب علی ھذا"آستینوں کا آدھی کلائی سے اوپر تک چڑھائے ہونا بھی مکروہ ہونا چاہیے، کیونکہ کپڑا سمیٹنا اس پر بھی صادق آتا ہے۔(حلبۃ المجلی ، جلد 2 ، صفحہ 287 ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ،بیروت)

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "تمام متونِ مذہب میں ہے: "کرہ کف ثوبہ"تو لازم ہے کہ آستینیں اتار کر نماز میں داخل ہو اگرچہ رکعت جاتی رہے اور اگر آستین چڑھی نماز پڑھے، تو اعادہ کیا جائے۔ کما ھو حکم صلاۃ ادیت مع الکراھۃ(جیسا کہ ہر اس نماز کا حکم ہے، جو کراہت کے ساتھ ادا کی گئی ہو۔)"(فتاوٰی رضویہ، جلد 7، صفحہ 310، 311، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرتِ علاّمہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "کوئی آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی یا دامن سمیٹے نماز پڑھنا بھی مکروہِ تحریمی ہے، خواہ پیشتر سے چڑھی ہو یا نماز میں چڑھائی۔" (بہارِ شریعت، جلد 1، صفحہ 624، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

والدین سردی کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کرنا

سوال: اگر والدین مسجد میں نماز پڑھنے سے گرمی یا سردی کی وجہ سے منع کریں تو کیا ہمیں ان کی اطاعت کرنی چاہیے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جماعت سے فرض نماز پڑھنا واجب کے قریب ہے، اگر والدین محض گرمی یا سردی کی وجہ سے مسجد جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کریں، تو شرعاً ان کی اطاعت ضروری نہیں ہے، والدین کو محض سردی یا گرمی کی وجہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت میں مزاحمت نہیں کرنی چاہیے، ہاں اگر سخت گرمی یا مہلک سردی پڑرہی ہو اور مسجد جاکر جماعت سے نماز پڑھنے میں بیمار ہونے کا قوی اندیشہ ہوت وچونکہ ایسی صورت میں گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت ہے؛ اس لیے

ایسے وقت اگر والدین منع کریں تو ان کی اطاعت کرنی چاہیے۔

سردی اور گرمی میں رہائش الگ الگ ہو تو اقامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام کہ ہمارے لوگوں کی رہائش دو جگہوں پر ہوتی ہے، مثلاً ہم سردی میں ڈیرہ اسماعیل خان آتے ہیں اور گرمی میں وزیرستان جاتے ہیں، یعنی تمام کے تمام گھر والے آتے جاتے ہیں تو اگر ہمارے گھر والے ڈیرہ اسماعیل خان میں ہوں اور کوئی وزیرستان چلا جائے، وہاں بھی اس کی اپنی زمین گھر وغیرہ ہو تو نماز قصر کے ساتھ پڑھیں گے یا پوری نماز پڑھیں گے؟ شریعت کی روشنی سے مدلل جواب مطلوب ہے، کیوں کہ ہمارے بعض لوگ وہاں قصر پڑھتے ہیں اور بعض پوری پڑھتے ہیں۔ قصر والے کہتے ہیں کہ یہاں ہمارے بال بچے وغیرہ نہیں ہیں۔

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فقہاءِ کرام نے وطنِ اصلی کی تعریف یہ کی ہے کہ انسان کی جائے ولادت یا جہاں اس نے شادی کر کے رہنے کی نیت کرلی یا کسی جگہ مستقل رہنے کی نیت کرلی ہو۔ اس تعریف کی رو سے اگر کسی شخص کی دو یا دو سے زیادہ جگہوں پر عمر گزارنے کی نیت ہو کہ کبھی ایک جگہ کبھی دوسری جگہ، لیکن ان سے مستقل کوچ کرنے کی نیت نہ ہو تو یہ ساری جگہیں اس کے لیے وطنِ اصلی ہی کے حکم میں ہوں گی، چاہے کسی جگہ بال بچے موجود نہ بھی ہوں چنانچہ در المختار میں علامہ محمد بن علی بن محمد الحِصنی المعروف علاء الدین حصکفی حنفی علیہ رحمۃ القوي المتوفی 1088ہجری فرماتے ہیں

"(الوطن الأصلي) هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه"

ترجمہ:(وطن اصلی) وہ جگہ ہے جہاں انسان پیدا ہوا ہو، شادی کی ہو، یا رہائش اختیار کی ہو۔"

اور اس کے تحت ردالمحتار علی الدر المختار میں علامہ ابن عابدین محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی المتوفی 1252ھجری المعروف علامہ شامی علیہ رحمۃ السامی لکھتے ہیں

"(قوله أو توطنه) أي عزم على القرار فيه وعدم الارتحال وإن لم يتأهل"

ترجمہ:(مصنف کے قول 'یا رہائش اختیار کی' کا مطلب یہ ہے کہ) اس جگہ مستقل سکونت کا ارادہ کرے اور وہاں سے نقل مکانی نہ کرے، چاہے وہاں شادی نہ بھی کی ہو۔"

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، ج2 ص 131 دار الفکر بیروت)

مذکورہ تفصیل کے بعد سائل کے سوال کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ سردی اور گرمی کے لیے الگ الگ علاقوں میں مستقل رہائش کا انتظام کرتے ہیں، مثلاً سردی میں ڈیرہ اسماعیل خان میں اور گرمی میں وزیرستان میں تو ایسے لوگ دونوں جگہ مقیم ہوں گے اور پوری نماز پڑھیں گےچنانچہ البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المتوفی 970 ہجری المعروف ابن نجیم مصری علیہ رحمۃ القوي فرماتے ہیں

"وفي المجتبى: نقل القولين فيما إذا نقل أهله ومتاعه وبقي له دور وعقار، ثم قال: وهذا جواب واقعة ابتلينا بها وكثير من المسلمين المتوطنين في البلاد، ولهم دور وعقار في القرى البعيدة منها يصيفون بها بأهلهم ومتاعهم فلا بد من حفظها أنهما وطنان له، لايبطل أحدهما بالآخر"

ترجمہ: "مجتبیٰ میں دو قول نقل کیے گئے ہیں اس صورت میں جب کوئی شخص اپنے اہل و عیال اور سامان کو منتقل کر دے لیکن اس کے مکانات اور جائیداد باقی رہیں۔ پھر کہا: یہ اس مسئلے کا جواب ہے جس میں ہم مبتلا ہوئے اور بہت سے مسلمان جو شہروں میں رہائش پذیر ہیں، ان کے دیہاتوں میں دور دراز مکانات اور جائیدادیں ہیں جہاں وہ گرمیوں میں اپنے اہل و عیال اور سامان کے ساتھ جاتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس مسئلے کو محفوظ کیا جائے کہ ان دونوں مقامات کو اس کے وطن شمار کیا جائے گا، اور ایک دوسرے سے باطل نہیں ہوگا۔"

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج 2 ص 147 مطبوعہ دار الکتب الاسلامی)

سردی میں جیکٹ (JACKET) پہن کر نماز پڑھنا

سوال: میں برطانیہ میں رہتا ہوں اور سردی میں جیکٹ پہنتا ہوں، میں جاننا چاہوں گا کہ اگر میرے پہنے ہوئے کپڑے ناپاک ہوجائے اور اس پر جیکٹ پہن رہا ہوں تو وہ جیکٹ بھی ناپاک ہو جائے گی؟ کیا میں نئے کپڑے پہن کر اسی جیکٹ کو دھوئے بغیر پہن سکتا ہوں اور نماز پڑھ سکتا ہوں؟ براہ کرم، رہنمائی فرمائیں۔

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر جیکٹ پر ناپاکی لگ گئی تو وہ بھی ناپاک ہو گئی، اگر بغیر دھوئے نئے کپڑوں کے ساتھ اس جیکٹ کو پہن لی تو نماز درست نہ ہوگی، اگر جیکٹ میں ناپاکی نہیں لگی تھی تو وہ پاک ہے، اس کو پہن کر بہر صورت نماز درست ہے۔

كتاب الحج والعمرة

سردی کی وجہ سے احرام میں گرم لباس پہننا

سوال: کیا موسم سرما میں احرام کے اوپر سے گرم کپڑا اوڑھنا جائز ہے

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

موسم سرما میں احرام کے اوپر کمبل یا اونی چادر وغیرہ بغیر سلائی کے اگرچہ دو چار ہوں اوڑھنے کی اجازت ہے۔ سوتے وقت اوپر سے روئی کا لبادہ چہرہ چھوڑ کر بدن پر ڈال لینا یا نیچے بچھا لینا بھی جائز ہے۔ لیکن موسم سرما میں احرام کے اوپر سے گرم جبہ یا قیمص پہننا جائز نہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اعرابی کو حالتِ احرام میں جبہ پہنے ہوئے دیکھا تو اسے اتارنے کا حکم دیا۔

حالتِ احرام میں بلینکٹ(BLANKET) یا لحاف یوز کرنا

سوال: حالتِ احرام میں سردی سے بچنے کے لیے عموماً بلینکٹ (blanket) یا لحاف لے کر سوتے ہیں جس سے وہ بلینکٹ(blanket) یا لحاف پاؤں پر بھی آتا جاتا ہے کیا اس صورت میں کوئی صدقہ یا دم واجب ہوگا یا دم؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

احرام کی حالت میں سردی سے بچنے کے لیے لحاف، یا بلینکٹ اوڑھنا جائز ہے، تاہم سر کھلا رکھنا ضروری ہے، باقی بدن پر لحاف رہے تو کوئی حرج نہیں، لہذا صورتِ مسئولہ میں لحاف اوڑھنے کی وجہ سے سوتے ہوئے اگر پیر چھپ گئے ہوں تو اس صورت میں دم یا صدقہ واجب نہ ہوگا۔

چنانچہ ردالمحتار علی الدر المختار میں علامہ ابن عابدین محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی المتوفی 1252 ھجری المعروف علامہ شامی علیہ رحمۃ السامی لکھتے ہیں:

"و لا بأس بتغطية أذنيه وقفاه ووضع يديه على أنفه بلا ثوب.(قوله: و لا بأس بتغطية أذنيه وقفاه) وكذا بقية البدن إلا الكفين و القدمين للمنع من لبس القفازين والجوربين، ومر تمامه في فصل الإحرام (قوله: بلا ثوب) كذا في الفتح والبحر. والظاهر أنه لو كان الوضع بالثوب ففيه الكراهة التحريمية فقط لأن الأنف لا يبلغ ربع الوجه أفاده ط"

ترجمہ: "(قولہ: ولا بأس بتغطیۃ أذنیہ وقفاہ)" یعنی احرام کی حالت میں کانوں اور گردن کے پچھلے حصے کو ڈھانپنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح پورے جسم کو ڈھانپنا جائز ہے، سوائے ہتھیلیوں اور پیروں کے، کیونکہ احرام میں دستانے اور جرابیں پہننے کی ممانعت ہے۔ اس کی مکمل وضاحت فصل الاحرام میں گزر چکی ہے۔ "(قولہ: بلا ثوب)" یعنی بغیر کسی کپڑے کے ڈھانپنے کا ذکر فتح اور بحر میں موجود ہے۔ ظاہری بات ہے کہ اگر کسی نے کپڑے کے ذریعے ڈھانپا تو اس میں صرف کراہتِ تحریمی ہوگی، کیونکہ ناک چہرے کے چوتھائی حصے تک نہیں پہنچتا، جیسا کہ طحطاوی نے افادہ کیا ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، ج 2 ص 549 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

سردی کی وجہ سے حالتِ احرام میں جرابیں (SOCKS) پہننا

سوال: احرام کی حالت میں سردی سے بچنے کے لئے جرابیں(Socks)پہن کر عمرہ کرنا جائز ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مرد کے لیے احرام کی حالت میں جرابیں پہننا جائز نہیں ہے لہذا اگر کسی مرد نے ، البتہ عورت احرام کی حالت میں جرابیں پہن سکتی ہے۔

چنانچہ در المختار میں علامہ محمد بن علی بن محمد الحِصنی المعروف علاء الدین حصکفی حنفی علیہ رحمۃ القوي المتوفی 1088ہجری فرماتے ہیں

"(وخفين إلا أن لايجد نعلين فيقطعهما أسفل من الكعبين) عند معقد الشراك.

(قوله: وخفين) أي للرجال؛ فإن المرأة تلبس المخيط والخفين، كما في قاضي خان، قهستاني ... (قوله: فيقطعهما) أما لو لبسهما قبل القطع يومًا فعليه دم، وفي أقل صدقة"

ترجمہ: اگر موزے (خفین) پہننے کی ضرورت ہو، اور جوتے (نعلین) دستیاب نہ ہوں تو خفین کو ٹخنوں سے نیچے کاٹ لے۔

یعنی یہاں خفین کا ذکر مردوں کے لیے ہے؛ کیونکہ عورت مخیط لباس اور خفین پہن سکتی ہے، جیسا کہ قاضی "(قولہ: وخفین)" خان اور قہستانی کی عبارت میں ذکر کیا گیا ہے۔

یعنی اگر کسی نے خفین کو کاٹنے سے پہلے ایک دن تک پہنا، تو اس پر دم (قربانی دینا) واجب ہوگا، اور اگر ایک "(قولہ: فیقطعھما)" دن سے کم پہنا تو صدقہ دینا واجب ہوگا۔

(در المختار مع رد المحتار، ج2 ص 490 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

کتاب النکاح

سردی کی راتوں میں حقوق زوجیت کا ایک مسئلہ

سوال: رات کو ہم دونوں کے ملنے کے بعد سردی زیادہ لگنے کی وجہ سے بیوی (رمضان کے علاوہ) فجر سے پہلے غسل نہیں کرپاتیں۔ (حالانکہ گرم پانی کی سہولت ہے، پھر بھی سردی لگتی ہے) اور نماز قضاء کرکے پڑھتی ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا مجھ پر بھی اس کا کچھ گناہ ہوگا، کیونکہ سبب تو میں ہی بنا نا؟ عرض کروں کہ فجر کے بعد ملنا ان کو پسند بھی نہیں۔

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

گناہ تو آپ پر بھی ہوگا اگرچہ اس درجہ کا نہیں کہ جو بیوی کو ہوگا بالخصوص ایسی صورت میں کہ اس طرح کا نظم بنا لینا کچھ مشکل نہ ہو کہ نماز کسی کی قضا ہونے کی نوبت آئے۔

کتاب الصدقات و الزکاۃ

کیا سردی کے لئے رکھے ہوئے کپڑے حاجات اصلیہ میں شمار ہوں گے

سوال: کیا ثیاب بذلہ میں بھی صدقہ فطر واجب ہے جب وہ زائد از ضروریات ہوں؟ کتنی مقدار ہے کہ اس سے استعمال ہونے والے کپڑے زائد ہوں تو وہ موجب صدقہ فطر اور موثر فی نصاب حرمان الزکوۃ ہو؟ اور کیا سردی کے لیے رکھے ہوئے کپڑے زائد از ضروریات ہیں حتی کہ شمار ہوں حرمان الزکوۃ سے اور وجوب صدقہ فطر سے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ثیاب بذلہ کی وجہ سے صدقہ فطر واجب نہیں۔ اور سردی کے لیے جو کپڑے بنا کر رکھے ہیں اور استعمال کے لیے رکھے ہیں۔ اس میں بھی صدقۂ فطر واجب نہ ہوگا۔ اور اگر ایسے شوقیہ بنوالیے ہیں اور کبھی پہننے کی نوبت نہ آئی یعنی ضرورت سے زائد اور محض رکھے ہوئے ہیں، تو اس کی قیمت نصاب میں شمار ہوگی۔ اور مقدار نصاب کو پہنچنے کی صورت میں صدقۂ فطر واجب ہوگا۔

کتاب الاجارۃ

موسمِ سرما کی چھٹیوں کی کٹوتی

سوال: ایک اسکول اپنے اساتذہ کو موسم سرما کی تعطیلات از خود دے رہا ہے، مگر ان تعطیلات کی تنخواہ اس شرط پر دے گا کہ پڑھائی شروع ہونے سے دو دن پہلے اساتذہ حاضر ہوں، اگر کوئی استاد ان دو دنوں میں سے کسی بھی ایک دن غیر حاضر ہوگا تو اس کی مکمل تعطیلات کی تنخواہ کاٹ لی جائے گی، کیا یہ کٹوتی جائز ہے، جب کہ اسکول نے خود چھٹی دی ہو؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر اسکول انتظامیہ اساتذہ کو اس بات کا پابند کرتی ہے کہ وہ موسم سرما کی چھٹیاں ختم ہونے سے دو دن پہلے اسکول میں حاضری دیں تو اساتذہ کے ذمہ لازم ہوگا کہ وہ چھٹیاں ختم ہونے سے دو دن پہلے اسکول میں حاضری دیں، اگر وہ ان دو دنوں میں حاضر نہ ہوسکیں تو صرف دو دنوں کی تنخواہ کاٹی جاسکتی ہے، بشرطیکہ چھٹیوں کی کٹوتی کے لیے کوئی دوسرا معاہدہ نہ کیا گیا ہو، لیکن یہ جائز نہیں کہ دو دن چھٹی کرنے کی وجہ سے پوری چھٹیوں کی تنخواہ کاٹی جائے۔ چنانچہ غمز عیون میں ہے

"ومنها البطالة في المدارس، كأيام الأعياد ويوم عاشوراء، وشهر رمضان في درس الفقه لم أرها صريحةً في كلامهم.

والمسألة على وجهين: فإن كانت مشروطةً لم يسقط من المعلوم شيء، وإلا فينبغي أن يلحق ببطالة القاضي، وقد اختلفوا في أخذ القاضي ما رتب له من بيت المال في يوم بطالته، فقال في المحيط: إنه يأخذ في يوم البطالة؛ لأنه يستريح لليوم الثاني، وقيل: لايأخذ. انتهى

وفي المنية: القاضي يستحق الكفاية من بيت المال في يوم البطالة في الأصح، واختاره في منظومة ابن وهبان، وقال: إنه الأظهر، فينبغي أن يكون كذلك في المدارس؛ لأن يوم البطالة للاستراحة، وفي الحقيقة يكون للمطالعة والتحرير عند ذي الهمة، ولكن تعارف الفقهاء في زماننا بطالة طويلة أدت إلى أن صار الغالب البطالة، وأيام التدريس قليلة، وبعض المدرسين يتقدم في أخذ المعلوم على غيره محتجًّا بأن المدرس من الشعائر مستدلاً بما في الحاوي القدسي مع أن ما في الحاوي القدسي إنما هو في المدرس للمدرسة لا في كل مدرس، فخرج

مدرس المسجد، كما هو في مصر والفرق بينهما أن المدرسة تتعطل إذا غاب المدرس بحيث تتعطل أصلاً بخلاف المسجد؛ فإنه لايتعطل؛ لغيبة المدرس"

ترجمہ: "اور ان میں سے ایک مدارس میں بطالت (تعطیل) ہے، جیسے عید کے دن، یوم عاشورہ، اور رمضان المبارک میں فقہ کی تدریس کی تعطیلات۔ میں نے صراحت کے ساتھ اس کا ذکر ان کے کلام میں نہیں پایا۔

مسئلہ دو صورتوں پر مبنی ہے: اگر تعطیل شرط کے ساتھ ہو (یعنی طے شدہ ہو)، تو مقررہ تنخواہ میں سے کچھ کم نہیں ہوگا۔ ورنہ، اسے قاضی کی بطالت کے حکم سے ملحق کرنا چاہیے۔ قاضی کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ بطالت کے دن بیت المال سے مقررہ وظیفہ لے سکتا ہے یا نہیں۔ **محیط** میں کہا گیا ہے کہ وہ بطالت کے دن وظیفہ لے سکتا ہے، کیونکہ وہ اگلے دن کے لیے آرام کرتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ وظیفہ نہیں لے سکتا۔

منیہ میں ہے: صحیح قول کے مطابق قاضی اپنے بطالت کے دن میں بھی بیت المال سے وظیفہ لینے کا حق رکھتا ہے، اور ابن وہبان کی منظومہ میں بھی اسے اختیار کیا گیا ہے، اور کہا گیا کہ یہی زیادہ ظاہر ہے۔ لہٰذا، مدارس میں بھی یہی حکم ہونا چاہیے، کیونکہ بطالت کا دن آرام کے لیے ہوتا ہے، اور حقیقت میں ہمت والے کے لیے یہ مطالعہ اور تحریر کا دن ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے زمانے میں فقہاء کا عرف طویل تعطیلات کا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زیادہ تر وقت بطالت کا ہوگیا ہے اور تدریس کے دن کم ہوگئے ہیں۔

کچھ اساتذہ مقررہ تنخواہ لینے میں دوسروں پر فوقیت کا دعویٰ کرتے ہیں، اس دلیل سے کہ مدرس دین کی شعائر میں سے ہے، اور اس پر حاوی قدسی کی دلیل پیش کرتے ہیں، حالانکہ حاوی قدسی میں جو بات ہے وہ مدرسہ کے مدرس کے لیے ہے، نہ کہ ہر مدرس کے لیے۔ اس سے مسجد کے مدرس کو خارج کیا گیا ہے، جیسا کہ مصر میں ہے۔

مدرسہ اور مسجد کے مدرس میں فرق یہ ہے کہ مدرسہ استاد کی غیر موجودگی میں مکمل طور پر معطل ہوجاتا ہے، جبکہ مسجد استاد کی غیر موجودگی میں معطل نہیں ہوتی۔" (غمز عیون البصائر شرح الاشباہ و النظائر، ج2 ص135 ، مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ)

کتاب اللباس

سردی میں عورتوں کا مردانہ سویٹر (SWEATER) پہننا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ گھر میں عام طور پر خواتین سردی کے وقت جو بھی سویٹر (sweater) ہاتھ میں آئے پہن لیتی ہیں اور عموماً مردوں کے ہی سویٹر میسر آتے ہیں، تو کیا عورتوں کو ایسے سویٹر پہننا جائز ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو مردانہ لباس یا جوتے پہننا ناجائز وگناہ ہے، کیونکہ اسے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے کی سختی سے ممانعت ہے اور ایسی عورتوں پر لعنت ہوتی ہے، لہذا مردانہ سویٹر پہننا بھی جائز نہیں ہے، اگرچہ گھر کی چار دیواری میں ہی پہنتی ہو سنن ابو داؤد میں ہے:

"عن ابن أبي مليكة قال قيل لعائشة رضي الله عنها إن امرأة تلبس النعل فقالت لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الرجلة من النساء"

ترجمہ: ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت (مردانہ) جوتا پہنتی ہے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردانہ جوتا پہننے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(سنن ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، جلد4، صفحہ 105، دار الکتاب العربی، بیروت)

اس میں لفظ الرجلۃ کی تشریح کو فیض القدیر میں یوں بیان کیا گیا ہے: ''تتشبه بالرجال في زيهم أو مشيهم أو رفع صوتهم أو غير ذلك'' ترجمہ: جو عورت مردوں سے ان کی وضع، چلنے، آواز بلند کرنے وغیرہ میں مشابہت اختیار کرے

(فیض القدیر، حرف اللام، جلد5، صفحہ 343، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''مرد کو عورت، عورت کو مرد سے کسی لباس وضع، چال ڈھال میں بھی تشبہ حرام نہ کہ خاص صورت وبدن میں۔''

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ 664، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا: ''ایڑی والی جوتی یعنی مثل جوتی مردوں کے عورت پہن لے تو درست ہے یا نہیں ؟ مردانی جوتی عورت نمازی کے واسطے پاؤں کو ناپاکی سے بچانے کے لیے بہت خوب ہے۔ خیر جیسا شریعت میں حکم ہو۔''

آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: ''ناجائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''لعن اللہ المتشبھات من النساء بالرجال والمتشبھین من الرجال بالنساء'' رواہ الائمۃ احمد والبخاری وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما۔ ترجمہ: اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں اور ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں۔ اسے ائمہ کرام مثلا: امام احمد، امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :” لعن اللہ الرجل یلبس لبسۃ المراۃ والمرأۃ تلبس لبسۃ الرجل“ رواہ ابوداؤد والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔ترجمہ : اللہ تعالیٰ اس مرد پر لعنت کرے جو عورت جیسا لباس پہنے اور عورت پر بھی لعنت کرے جو مرد جیسا لباس پہنے۔ ابوداؤد اور حاکم نے صحیح سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ۔ “

(فتاوی رضویہ ، جلد22، صفحہ 173، رضا فاؤنڈیشن ، لاھور)

ناپاک چادر اوڑھ کر نماز پڑھنا

سوال: ایسی چادر اوڑھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے جس کا ایک کونہ ناپاک ہو اور دوسرا پاک؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر ایسی چادر اوڑھ کر نماز پڑھے جس کا ایک کونہ ناپاک ہو اور رکوع اور سجدہ میں جاتے ہوئے اس ناپاک حصہ میں بھی حرکت ہوتی ہو، تو اس چادر میں نماز درست نہ ہوگی، اور اگر چادر اتنی طویل وعریض ہو کہ اوڑھنے کے باوجود نمازی کی حرکات سے ناپاک حصہ حرکت میں نہ آتا ہو، تو نماز درست ہوجائے گی۔

أَيْ شَيْءٌ مُتَّصِلٌ بِهِ يَتَحَرَّكُ بِحَرَكَتِهِ كَمِنْدِيلٍ طَرَفُهُ عَلَى عُنُقِهِ وَفِي الْأَخَرِ نَجَاسَةٌ مَانِعَةٌ إنْ تَحَرَّكَ مَوْضِعُ النَّجَاسَةِ بِحَرَكَاتِ الصَّلَاةِ مَنَعَ وَإِلاَّ لا

ترجمہ: جو چیز کسی کے ساتھ متصل ہو اور اس کے حرکت کرنے سے وہ بھی حرکت کرے، جیسے گلے میں پڑا ہوا رومال جس کا ایک سرا گردن پر ہو، اور دوسرے سرے پر کوئی ایسی نجاست ہو جو نماز سے مانع ہو، تو اگر نماز کے دوران اس نجاست والی جگہ میں حرکت ہوتی ہو تو وہ نماز سے مانع ہوگی، ورنہ نہیں۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، ج 1 ص 402 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

کفار کے استعمالی کپڑے فروخت کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ زید کے کاروبار کا طریقہ یوں ہے کہ سردیوں کے موسم میں یورپین ممالک (European countries) سے کفار کے استعمالی کپڑے مثلاً جیکٹ، جرسیاں، جرابیں اور گرم ٹوپیاں وغیرہ آتی ہیں، جو پاکستان کے بڑے بڑے ڈیلر (dealers) خرید لیتے ہیں، پھر زید ان سے یہ چیزیں انتہائی سستے داموں خرید کر بازار میں مسلمانوں کو فروخت کر دیتا ہے، جبکہ بکر کا کہنا ہے کہ زید کا کاروبار شریعت کے مطابق نہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ اسلام میں چیز کی اصلی قیمت کے علاوہ دگنا اور چگنا نفع لینے کی اجازت نہیں، اور دوسری بات یہ کہ کفار کے استعمالی کپڑوں کے بارے میں ہمیں علم نہیں کہ یہ پاک ہیں یا ناپاک تو مسلمانوں کو استعمال کیلئے یہ فروخت کرنا صحیح نہیں، برائے کرم شرعی رہنمائی فرمائیں کہ زید کا قول واقعی درست ہے یا نہیں؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دریافت کی گئی صورت میں زید کیلئے یہ کاروبار کرنا جائز ہے، اور بکر کا اسے خلاف شرع بتانا درست نہیں بلکہ قوانینِ شریعت کے خلاف ہے، تفصیل اسکی یہ ہے کہ زید جب ڈیلروں سے سامان خریدتا ہے تو وہ اسکا مالک ہو جاتا ہے، اور شریعتِ مطہرہ نے

اپنی چیز سے نفع کمانے کی کوئی شرح مقرر نہیں کی، بندہ جتنے کی چاہے بیچے، خریدار کی مرضی وہ خریدے یا نہ خریدے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں جھوٹ اور دھوکے سے کام نہ لیا جائے، مثلاً کسی چیز کے بارے میں یوں کہنا کہ میں نے اتنے کی خریدی ہے حالانکہ اتنے کی نہیں خریدی ہوتی، اسی طرح اس چیز کے عیب کو بیان کئے بغیر بیچ دینا یا بیچی گئی چیز کو بدل دینا وغیرہ وغیرہ کہ یہ سب حرام اور ایسی تجارت سے برکت بھی اٹھ جاتی ہے۔

اور رہا ان کپڑوں کا مسلمانوں کو فروخت کرنا اور مسلمانوں کا انہیں استعمال کرنا تو یہ بھی بلا شبہ جائز ہے، کیونکہ اشیاء میں اصل طہارت ہے جب تک انکے نجس ہونے کا یقین یا ظنِ غالب نہ ہو جائے، لہذا یورپین ممالک سے آنے والے کفار کے استعمالی کپڑوں میں جب تک نجاست کا اثر دکھائی نہ دے طہارت ہی کا حکم ہوگا، اور انکی خرید و فروخت بھی جائز ہے البتہ استعمال کرنے والوں کو چاہیے کہ استعمال سے پہلے دھولیں۔

ہائی نیک (HIGH NECK) کی فولڈنگ (FOLDING) اور نماز

سوال: سردی میں بعض لوگ ہائی نیک پہنتے ہیں اور اور اوپر سے اسے فولڈ کیا ہوتا ہے جب کہ نماز میں کپڑے فولڈ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ تو کیا ہائی نیک کو گردن سے فولڈ کرنا، شلوار کے نیچے گرم پاجامے کو پائنچوں سے فولڈ کرنا، سویٹر کو نیچے سے فولڈ کرنا اور آج کل لڑکیوں کا حجاب کرتے ہوئے دوپٹے کو آگے سے فولڈ کرنا کیا نماز میں منع کردہ فولڈنگ کے حکم میں داخل ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز میں وہ فولڈنگ (folding) جو خلافِ معتاد ہو، وہ مکروہِ تحریمی ،ناجائز اور گناہ ہے۔ ہائی نیک، سویٹر، اور دوپٹے کی فولڈنگ معتاد ہونے کی وجہ سے جائز ہے، لیکن گرم پاجامے کی فولڈنگ خلافِ معتاد ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے اور اس سے اجتناب کرنا لازم ہے۔ کیونکہ فقہائے کرام نے ہر قسم کی فولڈنگ کو مکروہِ تحریمی قرار نہیں دیا۔ بلکہ اس مسئلے میں ایک ضابطہ شرعیہ مقرر کیا گیا ہے، اور وہ یہ کہ وہ فولڈنگ جو خلافِ معتاد ہو، یعنی ایسا انداز جو عام حالات میں معمول یا عادت نہ ہو، تو ایسی حالت میں کپڑا فولڈ کرکے نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی اور گناہ ہوگا۔ لہذا اس ضابطہ شرعیہ کے پیش نظر سوال میں مذکورہ فولڈنگ کی حکم باآسانی سمجھا جا سکتا ہے

فولڈڈ ہائی نیک (HIGH NECK) اور نماز:

ہائی نیک کا عام اور معمول کا انداز یہی ہے کہ اسے گردن سے فولڈ کرکے پہنا جاتا ہے، کیونکہ یہ شرٹ اپنے نام سے واضح ہے کہ ” ہائی نیک“ (High Neck) ہوتی ہے، یعنی اِس کا کپڑا گردن تک بلند ہوتا ہے اور اُسے اوپر سے فولڈ کرکے ہی پہنا جاتا ہے، لہذا اِس کی فولڈنگ معتاد ہے اور اس کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔

سویٹر کی فولڈنگ (FOLDING) اور نماز :

سویٹر کی بُنائی (By Made) بھی نیچے سے اِس انداز میں کی جاتی ہے کہ اُسے فولڈ کیا جاتا ہے، لہذا اُسے بھی نیچے سے ایک تہہ کے ساتھ فولڈ کرنا معتاد ہے۔، لہذا اس کی فولڈنگ کے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

دوپٹے کی فولڈنگ (FOLDING) اور نماز:

حجاب کرتے وقت دوپٹے کو آگے سے فولڈ کرنا بھی عام طور پر معتاد ہے، لہذا یہ بھی کراہت کے حکم میں داخل نہیں۔

شلوار کی نیچے پاجامے کی فولڈنگ (FOLDING) اور نماز:

شلوار کے نیچے گرم پاجامے کو فولڈ کرنا درست اور جائز نہیں، بلکہ اُسے کھولنا ہی ضروری ہے، کیونکہ حدیث مبارک میں مطلقاً کپڑا فولڈ کرنے سے منع کیا گیا ہے، اوپر یا نیچے کے کپڑے کا فرق نہیں اور پاجامے کا معتاد انداز بھی یہ نہیں کہ اُسے فولڈ کیا جائے، لہذا وہ نیچے بھی پہنا جائے، تو اُسے کھولنا ضروری ہے۔

اصل حکم یہی ہے کہ کفِ ثوب ممنوع ومکروہ ہے، جیسا کہ علامہ محمد بن ابراہیم حلبی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 956ھ/ 1049ء) لکھتے ہیں: ''يكره أن يكف ثوبه وهو في الصلاة أو يدخل فيها وهو مكفوف كما إذا دخل وهو مشمر الكم أو الذيل''ترجمہ: حالتِ نماز میں نمازی کو کپڑا لپیٹنا مکروہ ہے، یونہی اگر وہ نماز شروع ہی اِس انداز میں کرے کہ اُس نے کپڑا فولڈ کیا ہوا ہو، جیسا کہ جب کوئی نماز، یوں شروع کرے کہ اُس کی آستین یا دامن چڑھا ہوا ہو۔

(غنیۃ المتملی شرح منیۃ المصلی، فصل فیما یکرہ فعلہ فی الصلاۃ، صفحہ 348، مطبوعہ لاھور)

مگر کفِ ثوب کی کراہت خلافِ معتاد کے ساتھ مقید ہے، چنانچہ خلیلِ ملت مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1405ھ/1985ء) لکھتے ہیں: '' شلوار کو اوپر اُڑس لینا یا اس کے پائنچہ کو نیچے سے لوٹ لینا، یہ دونوں صورتیں کفِ ثوب یعنی کپڑا سمیٹنے میں داخل ہیں اور کف ثوب یعنی کپڑا سمیٹنا مکروہ اور نماز اِس حالت میں ادا کرنا، مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ کہ دہرانا واجب، جبکہ اِسی حالت میں پڑھ لی ہو اور اصل اِس باب میں کپڑے کا خلافِ معتاد استعمال ہے، یعنی اس کپڑے کے استعمال کا جو طریقہ ہے، اس کے برخلاف اُس کا استعمال۔ جیسا کہ عالمگیری میں ہے۔'' (فتاوی خلیلیہ، جلد1، صفحہ246، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

كتاب الحظر والاباحة

سردی میں نازل ہونے والی آیات

سوال: سردی میں نازل ہونے والی آیات کو کیا کہتے ہیں؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سردی میں نازل ہونے والے آیات کو "شِتائی" کہتے ہیں۔ چنانچہ امام سیوطی اپنی کتاب الاتقان میں لکھتے ہیں

"فأردت أن أذكر في هذا التصنيف ما وصل إلى علمي مما حواه القرآن الشريف من أنواع علمه المنيف وينحصر في أمور:

الأول: مواطن النزول وأوقاته ووقائعه، وفي ذلك اثنا عشر نوعًا: المكي المدني، السفري الحضري، الليلي النهاري، الصيفي الشتائي، الفراشي النومي، أسباب النزول أول ما نزل آخر ما نزل."

ترجمہ: "میں نے اس تصنیف میں قرآن شریف کے ان علوم کا ذکر کرنا چاہا جو میرے علم میں آئے ہیں، اور یہ جامع و بلند پایہ علم مختلف اقسام میں منقسم ہے۔ یہ امور درج ذیل ہیں:

پہلا: نزول کے مقامات، اوقات، اور ان سے متعلق واقعات۔ اس میں بارہ اقسام شامل ہیں:

1. مکی اور مدنی
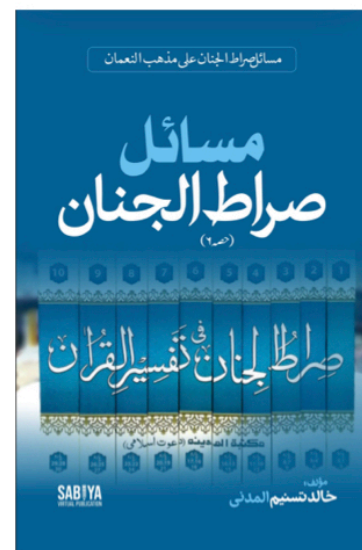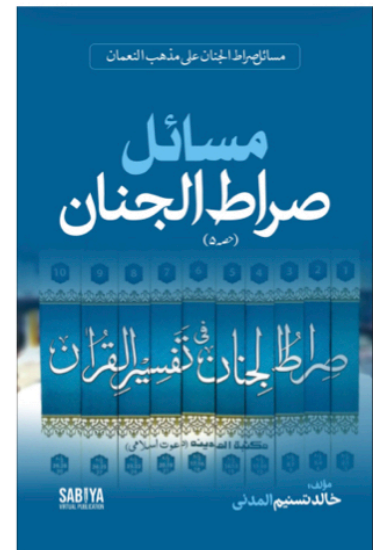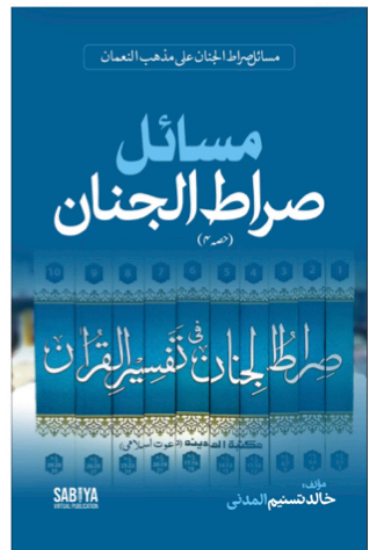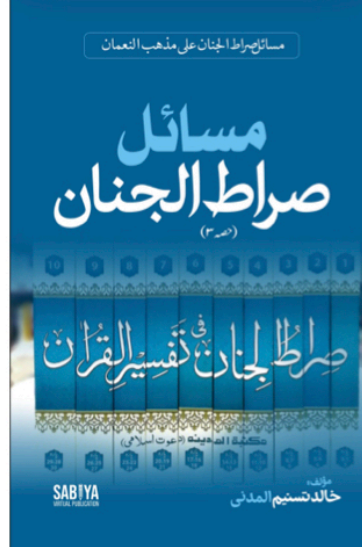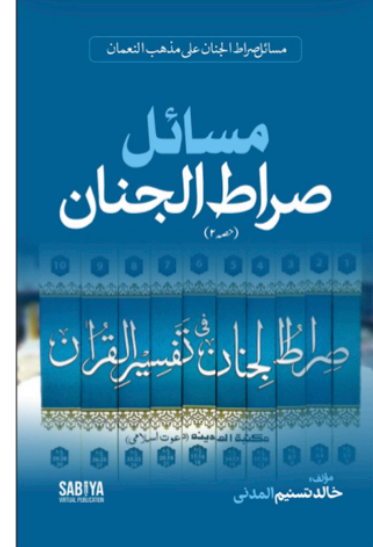
2. سفر اور حضر میں نازل شدہ

3. رات اور دن میں نازل شدہ

4. گرمی اور سردی کے موسم میں نازل شدہ

5. بستر اور نیند کی حالت میں نازل شدہ

6. اسبابِ نزول

7. سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات

8. سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیات۔۔۔۔۔۔۔"

(الاتقان في علوم القرآن للسيوطي: مقدمة(1/ 17)

خالد تسنیم مدنی کی دیگر کاوشیں